ایصالِ ثواب مستحب

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ

میّت کی رُوح کو

ایصالِ ثواب مستحب امر ہے

تصنیف لطیف
علامہ عبدالرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ

شعبہ نشر و اشاعت
ناشر
جامعہ جماعتیہ مہر العلوم
رحیم ٹاؤن شکریال ضلع اسلام آباد

﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾

میت کی روح کو

ایصالِ ثواب

﴿مستحب﴾ امر ہے

تصنیف لطیف
علامہ عبدالرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ

ناشر
شعبہ نشر واشاعت
جامعہ جماعتیہ مہر العلوم۔ رحیم ٹاؤن
شکریال ۔ ضلع اسلام آباد

نام کتاب — **ایصالِ ثواب مستحب ہے**
تالیف — مولانا حافظ **عبد الرزاق** چشتی بھتر الوی
ضخامت — ۱۰۰ صفحات 16 / 23x36
کمپوزنگ — ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی
کمپیوٹر گرافکس — محمد یعقوب چشتی، شاہد خاقان
بار طباعت — دوئم
تاریخ اشاعت — مارچ ۱۹۹۹ء
پروف ریڈنگ — قاضی احسان الحق قریشی
ناشر — شعبہ نشر و اشاعت
دار العلوم جماعتیہ مہر العلوم
رحیم ٹاؤن ۔ شکریال۔ راولپنڈی

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
☆ احمد بک کارپوریشن اردو بازار راولپنڈی
☆ جامع مسجد غوثیہ ایف سکس ون اسلام آباد
☆ مکتبہ قادریہ نزد ستا ہوٹل۔ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ برکاتیہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲	چوتھا جواب	۴۵
۲۳	پانچواں جواب	۴۶
۲۴	مسلمان ہمیشہ ایصالِ ثواب کرتے رہے	۴۷
۲۵	ایصالِ ثواب کا طریقہ	۴۸
۲۶	دعاء میں شامل سب کو مکمل ثواب پہنچے گا	۴۹
۲۷	میت کو ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ	۵۰
۲۸	میت کی جانب سے حج کرنا	۵۱
۲۹	ذکر و تسبیحات سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے	۵۲
۳۰	سبز ٹہنیاں باعث تخفیف عذاب کیوں؟	۵۳
۳۱	قبر پر پانی چھڑکنا رحمت الٰہی کا سبب ہے	۵۴
۳۲	نبی کریم ﷺ کا حضرت سعدؓ کی قبر پر تسبیحات و تکبیرات پڑھنا	۵۵
۳۳	میت کیلئے استغفار کا حکم	۵۸
۳۴	میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا	۵۸
۳۵	ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے میں حکمت	۶۰
۳۶	قرآن پاک پڑھ کر دعاء کرنے میں عظیم برکت	۶۲
۳۷	قرآن پاک کا دَور کرتے وقت صدقہ کرنا	۶۲
۳۸	قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دعاء کرنا	۶۴
۳۹	کھانا سامنے رکھ کر قرآنی آیات تلاوت کرنا	۶۴
۴۰	اللہ کا ذکر کرنے سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے	۶۵
۴۱	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتویٰ	۶۹

﴿ابتدائیہ﴾

عالم ہست وبود کے خالق نے ابتدائے آفرینش سے ہی کچھ ایسے قاعدے اور ضابطے مقرر فرمادیئے جن سے کوئی بڑا چھوٹا مستثنیٰ نہیں ہے ان ضوابط میں سے ایک "کل نفس ذائقة الموت" کی صورت میں ظاہر فرمایا گیا۔ اللہ جل مجدہ نے نظام کائنات میں موت وحیات کا سلسلہ قائم فرماکر دارِ دنیا کے امتحان گاہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ اور نتیجہ دہی کے لئے قیامت کا دن مقرر فرمادیا۔

دنیا سے کوچ کر جانے والوں کا سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر کچھ ایسے نیک بخت ہوتے ہیں جن کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج بدستور جاری رہتا ہے۔ اور درجات ومراتب میں بلندی نصیب ہوتی رہتی ہے۔ ان خوش نصیبوں میں ایک وہ ہے کہ جس کے پسماندگان اس کے ایصال ثواب کا انتظام کرتے رہیں۔

خیر القرون سے ہی مسلمان اپنے فوت شدگان مؤمنوں کی مغفرت و بخشش کی دعاؤں اور ایصال ثواب کے مختلف طور طریقوں کے ساتھ دربار خداوندی سے حصول رحمت کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ جن کی تعریف میں ارشاد خداوندی ہوا:

"والذین جاء وا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ، ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ، ربنا إنك رؤف رحیم "

ترجمہ: اور وہ لوگ جو آئے ان کے بعد، کہتے ہیں: اے ہمارے رب معاف کر ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذر گئے ہیں ایمان کے ساتھ ، اور نہ رکھ ہمارے

دلوں میں کجی ان لوگوں کے بارے میں جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت کریمہ میں مذکور دعائے مغفرت و طلب خیر (برائے فوت شدگان) کے عاملین کو اچھا شمار کیا گیا، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرحوم امت مسلمہ کی مغفرت و بخشش کا سامان "ایصالِ ثواب" ایک نیک و مستحسن امر ہے۔

ایصالِ ثواب کی صورتیں مختلف ہیں۔ ہر علاقے اور زمانے میں اپنے اپنے انداز سے مسلم اُمہ اپنے فوت شدگان کے ایصال ثواب کے لئے اعمال خیر کرتی آرہی ہے۔ مگر حق کے ساتھ باطل کی آویزش بھی روز اول سے نبرد آزما رہی ہے لہذا اس شعبہ میں بھی باطل نے اپنی آویزش کو نہ چھوڑا۔ اور "یضل به کثیرا" کے مصداق قرآنی آیات "وأن لیس للإنسان إلا ما سعیٰ" وغیرہا سے من گھڑت استدلال کے ذریعے ایصال ثواب کے امر مستحسن کو بھی ناجائز و بدعت اور نہ جانے کن کن الفاظ قبیحہ سے تعبیر کیا۔

قرونِ اولیٰ میں یہ لوگ "خوارج و معتزله" کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہ لوگ بھی بظاہر استدلال قرآنی آیات و احادیث مبارکہ سے ہی کرتے نظر آتے ہیں مگر حقیقت بیں نگاہ سے محرومی کے سبب "حق" کو پانے میں ناکام رہے۔

موجودہ دور میں بھی جمہور اہل اسلام کے خلاف کچھ فرقے ایسی ہی سوچ اور فکر کے داعی بن کر مسلمانوں کو ایصال ثواب جیسے مستحسن امر سے

برگشتہ کرنے کی مذموم کوشش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اور فوت شدہ مسلمانوں سے اپنے ازلی بیر و عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔

کہیں یہ کہتے ملیں گے کہ نماز جنازہ جب پڑھ لیا تو اب پھر دوبارہ دعاء کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور دعاء بعد از نماز جنازہ کے عدم ثبوت کا ترانہ الاپنے لگ جاتے ہیں ۔ اور اگر کسی نے ایصال ثواب کیلئے کچھ اہتمام صدقہ و خیرات کر دیا تو بدعت و ناجائز کا فتویٰ لگا دیا۔ اور کچھ ایسے لوگ جو ایصال ثواب کے قائل ہونے کے باوجود (مختلف علاقائی زبانوں و مروجات) کے ناموں پر بحث کرتے نظر آنے لگے۔ کہ کہاں جمعرات کا ختم لکھا ہے۔ اور چہلم کا ثبوت کون سی آیت سے ہوتا ہے؟ وغیرہ ذلک۔

مرجانے والوں سے ان کی یہ عداوت و دشمنی ناقابل فہم ہے۔ لگتا ایسے کہ ابلیس ملعون نے جو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں قسمیں اٹھا اٹھا کر آدم و اولاد آدم کی گمراہی کا ٹھیکہ لیا تھا اس کے ہموا و مددگار ہونے کا ثبوت دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ شیطان لعین کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ کوئی انسان نہ بخشا جائے۔ اور رب کی رحمت کے طفیل جب کسی گناہگار کی بخشش ہوتی ہے تو اس ملعون کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے اور اپنے سر پر خاک ملتا ہوا واویلا کرتا ہے۔

جمہور اہل اسلام کے اس مسلمہ عمل اور طریقے پر آئے دن کوئی نہ کوئی مرجانے والے مومنوں کا دشمن اعتراض کرتا رہتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ساؤتھ افریقہ میں مقیم قاری **محمد بشارت** صاحب کے ساتھ پیش آئی تو انہوں نے ایک سوال نامہ استفتاء کی صورت میں محقق اہلسنت

حضرت استاذ العلماء مولانا **عبد الرزاق چشتی بھترالوی** مدظلہ العالی کو پیش کیا جس کے جواب میں حضرت استاذ العلماء نے نہ صرف یہ کہ ایصال ثواب کے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرمائی بلکہ دیگر متعلقہ مسائل...... نفلی صدقات کی مختلف صورتیں، ان کے مصارف، علاقائی نسبت سے مختلف مروجہ صورتوں کا حکم وغیرہ...... کو بھی از خود تحقیقی اقوال سے مزین فرمادیا۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث سے جواز وثبوت پیش فرمایا بلکہ منکرین کے مسلمہ پیشواؤں کی تائیدات سے اپنی تحریر کو مرقع بنایا ہے۔ اس طرح جواب کو اپنی جامعیت اور "مسلَّم عند الخصم" ہونے کے باعث اور زیادہ مفید و مؤثر بنا دیا ہے۔

حضرت استاذ العلماء کی تحریر علمی حلقوں میں تو یقیناً مقبول ہے جس کا ثبوت آپ کی گرانقدر علومِ متداولہ کی کتب پر آپ کی شروحات وحواشی ہیں ۔ آپ کی عوامی طرز کی تحریر بھی یکساں طور پر شہرت و مقبولیت کے حامل ہے۔ گذشتہ سال منظر عام پر آنیوالی آپ کی شاہکار تصنیف "تذکرۃ الانبیاء" اور" موت کا منظر " اس کا واضح ثبوت ہیں۔

زیر نظر تحریر بھی ایک مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے اور مختصر عرصہ میں تمام مطبوعہ نسخہ جات مفقود ہو گئے ۔ اور عامۃ المسلمین کی طلب پر اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے ۔ اور کوشش یہی کی گئی ہے کہ پہلے ایڈیشن کی تمام تر کمزوریوں سے مبرا اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دیدہ زیب طباعت سے آراستہ کر کے شائع کیا جائے۔ اسی نقطۂ نظر سے نئے ایڈیشن میں پرانی کتابت کو چھوڑ کر جدید انداز سے جزبندی و پیراہندی کے

ساتھ خوبصورت کمپیوٹرائزڈ کتابت کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے ۔ امید ہے کہ قارئین کی طلب سے کہیں زیادہ دیدہ زیب وخوب ہوگی۔

مزید براں یہ خوش آئندبات بھی قارئین کی خوشی کا باعث ہو کہ اس ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام حال ہی قائم ہونے والے دینی مدرسہ "دارالعلوم جماعتیه مہر العلوم" رحیم ٹاؤن شکریال ضلع اسلام آباد کے شعبہ نشرواشاعت نے کیا ہے جو یقیناً انتہائی خوش آئند ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالے اجل مجدہ حضرت استاذ العلماء کو تدریس و تحقیق اور تحریر و تقریر کے میدانوں میں دین حقہ کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے قائم کردہ دارالعلوم **"جامعہ جماعتیه مہر العلوم"** کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے

آمین بجاہ سید المرسلین

احقر حافظ محمد اسحاق ظفر (مدرس)

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے دفن کے بعد بغرض ایصال ثواب غرباء کو کھانا کھلانا، اور سوئم (تیجہ) کرنا یعنی قرآن پاک کی تلاوت کر کے ایصال ثواب کرنا، سورۂ اخلاص پڑھنا، درود شریف پڑھنا، کلمہ ء طیبہ پڑھنا ذکرواذکار کی محفل منعقد کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں ؟

بعض حضرات ان تمام کاموں کو "حرام" کہتے ہیں۔ کیا ان امور کو حرام کہنا صحیح ہے؟ یا نہیں ؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی:۔

﴿قاری محمد بشارت﴾

﴿حال مقیم فینکس. ڈربن ۔جنوبی افریقہ﴾

☆☆☆☆☆☆☆

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

الجواب :- واللہ الموفق للصدق والصواب

قرآن پاک پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا، صدقہ و خیرات کر کے ایصال ثواب کرنا، فقراء کو کھانا کھلانا "مستحب" ہے۔اور فقراء کے لئے پکائے ہوئے کھانے میں اہلِ خانہ اور ان کے اقرباء اور اغنیاء بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

اہل میت کے پاس آئے ہوئے اقرباء کیلئے اہل میت کا کھانا پکانا اور کھلانا "مباح" ہے۔ مستحب یا مباح کو "حرام" کہنا جرم عظیم ہے۔اور ظلم عظیم ہے۔ البتہ نمائشی طور پر ریاء کاری کی غرض سے کھانا پکانا، یا قرض لیکر وسعت سے زائد کھانا پکانے پر خرچ کرنا "منع" ہے۔

میت کے ورثاء " یتامٰی " (چھوٹے بچے) ہوں تو ان کا حصہ علیٰحدہ کرنے سے پہلے ہی میت کے مال سے ان کے دوسرے رشتہ دار، کھانے وغیرہ پر خرچ کریں اور یتامی کا مال بھی اس میں خرچ کردیں، اور ان کو اُن کا حصہ نہ دیا جائے تو ایسی صورت میں کھانے وغیرہ پر خرچ کرنا "حرام" ہوگا۔

پڑوسی یا اہل میت کے رشتہ دار کھانا پکائیں، اہل میت کو کھلائیں اور ان کے آئے ہوئے مہمانوں کو بھی کھلائیں، تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

قرآن پاک پڑھنے والے فی سبیل اللہ تلاوت کریں، اور اہل میت فی سبیل اللہ کھانا کھلادیں تو یہ دونوں امر (تلاوت، کھانا) مستحب ہوں گے۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" الحلال ما احل اللہ فی کتابه والحرام ما حرم اللہ فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنکم "

(ابن ماجه ، ترمذی ، مشکوٰۃ ، کتاب الاطعمه . ص ۳٦۷)

کتاب اللہ میں جس چیز کو حلال کیا گیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا گیا ہے وہ حرام ہے۔ اور جس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے وہ تمہیں معاف ہے۔ یعنی حلال و حرام ہونے کے لئے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے حرمت کو ثابت کرنا ضروری ہے۔

" إن الإباحة أصل فی الأشیاء ثم بعث نبینا علیه السلام فبیّن الأشیاء المحرمة بقی ما سواها حلالا مباحا "

(نور الانوار مع قمر الاقمار)

بے شک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (ہر چیز پر عمل کرنا جائز ہے) پھر ہمارے نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے حرام چیزوں کو بیان فرمادیا۔ جن کی حرمت نہیں بیان فرمائی ، وہ حلال و مباح ہیں۔

مستحب کیا ہے ؟

" مستحبه ویسمی مندوبا وأدبا وفضیلة ونفلا و تطوعا ، وهو ما فعله النبی ﷺ مرة وترکه أخری ، وما أحبه السلف "

(در مختار)

مستحب، مندوب، ادب، فضیلت، نفل اور تطوع ایک ہی چیز کے نام ہیں ۔ مستحب وہ ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔یا سلف صالحین (بزرگان دین) نے اسے محبوب سمجھا ہو۔

علامہ شامیؒ مزید لکھتے ہیں :-

" وإن لم يفعله بعد ما رغب فيه " (درمختار)

نبی کریم ﷺ نے ایک کام پسند فرمایا ہو اور اسے خود نہ کیا ہو، وہ بھی مستحب ہے۔بلکہ یہ تعریف زیادہ بہتر ہے ؛ کیونکہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :-

"وقد يطلق عليه اسم السنة وصرح القهستاني بانه دون سنن الزوائد "

بسا اوقات اسی (مستحب) پر سنت کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔اور علامہ قہستانی نے صراحت فرمائی ہے کہ مستحب "سنت غیر مؤکدہ " سے کم درجہ ہے ؛ کیونکہ "سنت غیر مؤکدہ "نبی کریم ﷺ کے افعال کو کہا جائے گا ، جو آپ نے کبھی کبھی کئے ہوں ۔ یا وہ کام جو آپ ﷺ نے "عادۃً" کئے ہوں ، "عبادۃً" نہ کئے ہوں۔وہ بھی سنت غیر مؤکدہ کہلائیں گے۔ خواہ وہ کام ہمیشہ ہی کئے ہوں، جیسے : لباس وغیرہ۔اور معمولات کریمہ۔ لیکن مستحب کے لئے تو نبی اکرم ﷺ کا عمل کرنا ضروری نہیں ،بلکہ صرف آپ نے پسند فرمایا ہو ،یا سلف صالحین نے اس پر عمل کیا ہو تو وہ مستحب ہے۔

مستحب کا حکم

" وحكمه الثواب على الفعل وعدم اللوم على الترك "

(فتاوی شامی ج ۱ ، ص ۹۱)

مستحب کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے اور چھوڑنے پر کسی قسم کی کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔

مباح کا حکم

" والمباح غير مطلوب الفعل وإنما هو مخير فيه "

(شامی ج اول ص ۷۸)

مباح پر عمل کرنے کا مطالبہ نہیں پایا جاتا، بلکہ انسان کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اس کے کرنے یا نہ کرنے پر نہ ثواب ہوتا ہے اور نہ گناہ۔ جیسے لباس، کھاناوغیرہ۔ انسان اپنی مرضی سے جیسالباس پہنے یا جیسا کھانا کھائے وہ مباح ہے، بشرطیکہ شریعت میں جائز ہو۔

حرام کا حکم

"وهو ما لا يحتمل زيادة ولا نقصانا ثبت بدليل لا شبهة فيه، ويعاقب بفعله ويكفر بجاحد "

(ماحصل من نورالانوار ص ۱۲۵)

حرام یہ ہے کہ جس میں زیادتی اور نقصان کا احتمال نہ پایا جائے۔ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس پر عمل کرنے سے گناہ ہو۔ اور حرام کی حرمت کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔

حلال کو حرام سمجھنا!

" إن تحريم الحلال على وجهين : الأول اعتقاد ثبوت حكم التحريم فيه وهو كاعتقاد ثبوت حكم التحليل فى الحرام محظور يوجب الكفر . والثانى الامتناع من الحلال مطلقا أو مؤكدا باليمين مع حله وهذا مباح صرف وحلال محض "

(روح المعانی جلد ١٤ ص ١٤٨)

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا۔ یہ مطلقاً منع ہے۔ اور باعث کفر ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ، حلال سے رک جانا۔ حلال کو نہ استعمال کرنا، یا قسم اٹھا کر اپنے آپ پر حرام کرلینا۔ یہ مباح ہے۔ بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعث عبادت نہ ہو۔ مکروہ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا۔

"لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دليل خاص "

(فتاوىٰ شامى ج ٠ ص ٦١٨)

صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہو سکتی ؛ بلکہ مکروہ ثابت کرنے کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ خیال رہے کہ اس مکروہ سے مراد" مکروہ تنزیہی "ہے، نہ کہ" مکروہ تحریمی"۔ علامہ شامی نے اس پر صراحت کی ہے۔

مقام توجہ :

جب مکروہ(تنزیہی) ثابت کرنے کے لئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہے، صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں۔ تو"حرام" بغیر دلیل کے کیسے ثابت ہو سکتا ہے ؟ اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے۔اور باعث کفر بھی ہے۔ تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے دین کی خدمت کر رہے ہیں ۔

نبی کریم ﷺ کی کھانے میں شرکت

" عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ وهو على القبر يوصى الحاضر ، يقول : اوسع من قبل رجليه اوسع من قبل رأسه . فلما رجع استقبله داعى امرأته فاجاب ونحن معه فجيء بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظرنا الى رسول الله ﷺ يلوك لقمة فى فيه ثم قال " اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها " فارسلت المرأة تقول يا رسول الله انى ارسلت الىٰ النقيع وهو موضع يباع فيه الغنم يشترى لى شاة فلم توجد فارسلت الىٰ جارلى قد اشترى شاة ان يرسل بها الى بثمنها فلم يوجد ارسلت الىٰ امرأته فارسلت الى بها . فقال رسول الله ﷺ اطعمى هذا الطعام الاسرىٰ"

(رواه ابو داؤد و البيهقى فى دلائل النبوة ، مشكوة باب المعجزات)

عاصم بن کلیب ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے (یعنی گھر سے نکل کر ایک جنازہ میں شریک ہوئے) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر کھودنے والے کو نصیحت کر رہے ہیں۔ کہ قبر کو پاؤں کی جانب سے وسیع کرو (پھر فرمایا) سر کی جانب سے وسیع کرو۔ جب آپ (جنازہ سے فارغ ہو کر) واپس لوٹے تو آپ کو اس میت کی عورت کی جانب سے ایک شخص کھانے کی دعوت دینے کے لئے ملا۔ آپ نے اس کی دعوت کو قبول کیا (راوی کہتے ہیں) ہم بھی آپ کے ساتھ چلے طعام لایا گیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا، پھر قوم نے اپنے اپنے ہاتھ کھانے پر رکھے۔ سب نے کھانا تناول کرنا شروع کیا۔ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لقمہ کو اپنے منہ میں ہی گھما رہے ہیں (نگل نہیں رہے) پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بکری کے گوشت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مالک کی اجازت کے بغیر لے لی گئی ہے (اس عورت کو جب آپ کے ارشاد کے متعلق پتہ چلا) تو اس نے پیغام بھیجا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے نقیع کی طرف آدمی کو بھیجا تھا کہ وہ وہاں سے بکری خرید لائے نقیع بکریوں کے بیچنے کی منڈی تھی۔ وہاں بکری مل نہیں سکی۔ پھر میں نے اپنے پڑوسی کے گھر پیغام بھیجا کہ مجھے قیمتاً بکری خرید دو۔ وہ گھر میں نہیں تھے۔ پھر میں نے اپنے پڑوسی کی عورت کی طرف پیغام بھیجا تو اس نے بکری میری طرف بھیج دی۔ (یعنی وہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر اس کی عورت نے دے دی تھی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ طعام قیدیوں کو کھلا دو۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد

(۱) دفن سے فارغ ہونے کے بعد صحابیہ نے کھانا تیار کیا۔

(۲) حضور ﷺ نے اس کی دعوت کو قبول کر کے جواز کا واضح ثبوت

پیش کر دیا۔

(۳) جنازہ میں شریک ہونے والے تمام لوگ طعام (کھانے) میں شریک ہوئے۔

(۴) کھانے میں بکری کا گوشت پیش کیا گیا۔ صرف عام ادام یعنی سرکہ یا گھی یا دال وغیرہ پر اکتفا نہیں کیا گیا۔

(۵) نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے۔ کسی صحابی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر خریدی گئی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی امر پر مطلع فرمایا۔

(۶) خاوند کی اجازت کے بغیر زوجہ خاوند کے مال میں تصرف نہ کرے۔

(۷) کسی کی اجازت کے بغیر اگر کوئی مال لے لیا جائے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۸) قیدیوں کو کھلانے کا حکم حضور نے اس لئے دیا تھا کہ اس وقت قیدی کفار اور غریب تھے۔ اس لئے وہ کھانا انہیں کھلانے کا ارشاد فرمایا۔

(۹) نبی کریم ﷺ شفیق ورحیم تھے کہ اپنی امت کے لوگوں کے جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔

(۱۰) کوئی شخص صاحب علم ہو، قبر کے متعلق مہارت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ اگر قبر میں کوئی خامی ہو تو وہ مطلع کرے۔ تاکہ اسے صحیح کر لیا جائے۔

تنبیہ :-

نبی کریم ﷺ کا کھانا تناول نہ کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ یہ میت کے دفن ہونے کے بعد اسی دن پکالیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر ہی پکالی گئی تھی۔ اسی لئے آپ نے وہ کھانا تناول نہیں فرمایا۔

آپ کا دعوت کو قبول کرنا اور یہ نہ فرمانا کہ " یہ کھانا میت کے گھر کیوں پکا ہے ؟ یہ ناجائز ہے۔" بس یہی اس کے جواز پر دلیل ہے۔ کیونکہ نہ روکنا "**حدیث تقریری**" ہے۔

سب لوگوں کی شرکت سے اور حضور ﷺ کے نہ منع کرنے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کھانے میں تمام حضرات کی شرکت جائز ہے۔

حسب طاقت کھانے میں گوشت وغیرہ کا اہتمام بھی جائز ہے۔

" **قال الامام احمد بن حنبل** رضی اللہ عنہ **فی کتاب الزهد ،حدثنا هاشم بن القاسم قال ثنا الاشجعی عن سفیان قال ، قال طاؤس ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعموا عنهم تلك الایام** "

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ، ص ۱۷۸)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک فوت شدہ حضرات اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی لئے اہل علم نے ان دنوں میں ان کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا مستحب سمجھا ہے۔

" فتنة الموتی فی قبورهم سبعة ایام اوردها غیر واحد من

الائمة فی کتبهم فاخرجها الامام احمد بن حنبل فی کتاب الزهد والحافظ ابو نعیم الاصبهانی فی کتاب الحلیة بالاسناد الیٰ طاؤس احد ائمة التابعین واخرجها بن جریج فی مصنفه بالاسناد الی عبید بن عمیر وهو اکبر من طاؤس فی التابعین ، بل قیل انه صحابی وعزاها الحافظ زین الدین بن رجب فی کتاب احوال القبور الیٰ مجاهد وعبید بن عمیر فحکم هذه الروایات الثلاث حکم المراسیل المرفوعة .

(الحادی للفتاویٰ ج۲ ص ۱۷۸)

فوت شدہ انسانوں کا قبر میں سات دنوں تک آزمائش میں مبتلا ہونا۔

کئی ائمہ کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب، کتاب الزهد میں ذکر کیا ہے (جو روایت اوپر ذکر کی جاچکی ہے) اور حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب الحلیة میں ذکر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے تابعین میں سے ایک امام طاؤس سے یہ روایت ذکر کی ہے ۔ حضرت ابن جریج نے اپنی تصنیف میں عبید بن عمیر سے یہی روایت ذکر کی ہے ۔جو تابعین میں سے ہیں اور طاؤس سے بڑے ہیں، بعض حضرات نے عبید بن عمیرؓ کو صحابی کہا ہے ۔

حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب احوال القبور میں یہ روایت مجاہد اور عبید بن عمیر سے ذکر کی ہے، یہ تینوں روایتیں مرسل ہیں لیکن مرفوع حدیث کے درجہ میں ہیں ۔

حضرت امام سیوطی ان روایات کے متعلق فرماتے ہیں :

" هذا له حکم المرفوع اذ یستحیل ان یکون مثله رأیا "

(الحاوی للفتاویٰ ج۲، ص ۱۸۱)

اس روایت کو مرفوع کا حکم حاصل ہے کیونکہ رائے سے ایسا کہنا محال ہے۔

" ان سنة الطعام سبعة ایام بلغنی انها مستمرة الی الآن بمكة والمدینة فالظاهر انها لم تترك من عهد الصحابة الی الآن وانهم اخذوها خلفا عن سلف الیٰ الصدر الاول "

(الحاوی للفتاویٰ ج۲، ص ۱۹٤)

سات دنوں تک کھانا کھلانے کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ یہ طریقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں آج تک جاری ہے۔ (علامہ سیوطی کی وفات ۹۱۱ھ میں ہے) ظاہر بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس پر عمل نہیں چھوڑا گیا، سلف صالحین سے یہ طریقہ آرہا ہے۔

مزید صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ورایت فی التواریخ كثیرا فی تراجم الائمة یقولون : "واقام الناس علی قبره سبعة ایام یقرء ون القرآن "

(الحاوی للفتاویٰ ج۲ ص ۱۹۲)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے تواریخ میں کثیر ائمہ کرام کے حالات زندگی میں یہ دیکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

" لوگ میت کی قبر پر سات دن تک قائم رہ کر قرآن پاک پڑھتے تھے " اس بحث سے واضح ہوا کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانے کا دستور صحابہ کرام اور تابعین کرام کے زمانہ سے آرہا ہے، سلف صالحین، ائمہ کرام اس پر عمل کرتے رہے۔ لہذا اس فعل کے مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔

تنبیہ :-

تعزیت اور جنازہ میں شرکت کے لئے آنے والے میت کی عزیز و اقارب کو اہل میت کا کھانا کھلانا مباح ہے ۔

خیال رہے کہ موت کی عام خبر اور اعلان اگرچہ بہتر نہیں ، اس پر صراحتاً نہی بھی آئی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی اہل علم نے جواز ثابت کیا ہے۔ جب کہ کھانا کھلانے کی ممانعت پر کوئی صراحۃ ممانعت نہیں ۔

" عن حذیفة قال اذا مت فلاتؤذنوا بی أحدا فانی اخاف ان یکون نعیا وانی سمعت رسول اللہ ﷺ ینهی عن النعی ، هذا حدیث حسن "

(ترمذی باب ماجاء فی کراھة النعی)

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو میری وفات کے متعلق کسی کو مطلع نہ کرنا ؛ کیونکہ میں خوف کرتا ہوں کہ یہ " نعی " (موت کا اعلان) نہ بن جائے۔ بے شک میں نے نبی کریم ﷺ سے نعی (موت کا اعلان) کرنے سے ممانعت سنی ہے۔

" والنعی عندهم ان ینادی فی الناس بان فلانا مات لیشهدوا جنازة وقال بعض اهل العلم لا بأس بان یعلم الرجل قرابته واخوانه وروی عن ابراهیم انه قال لا بأس بان یعلم الرجل قرابته "

(ترمذی)

نعی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اعلان کرنا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے ، تاکہ لوگ جنازہ میں شریک ہوں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں اور بھائیوں کو اپنے

عزیز کی وفات کی خبر دے۔ ابراہیم سے مروی ہے کہ کوئی شخص اپنے قرابت داروں کو بتائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مقامِ توجہ :-

عام اعلان سے تو کوئی نہیں روکتا لیکن آئے ہوئے رشتہ داروں کو کھانا کھلانے سے روکنا اور کھانے اور کھلانے والوں کو حرام کا مرتکب بنانا کہاں کا انصاف ہے؟ حرمت پر کوئی دلیل تو پیش کریں۔

پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا کھانا کھلانا بہتر ہے

" ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الاباعد تهیة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعام فقد جاء هم ما یشتغلهم " حسنه الترمذی و صححه الحاکم ، ولانه بر و معروف ویلح علیهم فی الاکل لان الحزن یمنعهم من ذالك فیضعفون "

(شامی ج ۱ ، ص ٦٦٤)

میت کے گھر والوں کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں (جو بہت قریبی ہونے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں) کو چاہئے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کریں۔ ان کو رات ودن سیر ہو کر کھانا کھلائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو! کیونکہ وہ (جعفر کی شہادت کی وجہ سے) مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ میت کے

گھر والوں کو کھانا کھلانا مستحب ہے اور نیکی کا کام ہے ۔

غرباء اور فقراء کے لئے کھانا پکایا جائے اور اغنیاء بھی شریک ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

" قد يقصد بالصدقة على الغنى الثواب وقد حصل "

(هدايه اخيرين ٢٩٣ فصل فى الصدقة)

کبھی غنی کو صدقہ ادا کرنے میں ثواب کا ارادہ کیا جاتا ہے وہ حاصل بھی ہو جاتا ہے ۔

" فان من له نصاب وله عيال كثيرة فالناس يتصدقون عليه على قصد الثواب "

(حاشية هدايه)

بے شک وہ شخص جو صاحب نصاب (غنی) ہوتا ہے لیکن اس کے اہل و عیال کثیر ہوتے ہیں اس لئے لوگ اس پر ثواب کی غرض سے صدقہ کرتے ہیں ۔

نفلی صدقہ، اغنیاء، ذمی اور خود بھی کھا سکتا ہے

" ولا يجوز ان يدفع الزكوة الى ذمى لقوله عليه السلام لمعاذ رضى الله عنه خذها من اغنياء هم وردها فى فقراء هم ويدفع اليه ماسوى ذالك من الصدقة لقوله عليه السلام تصدقوا على اهل الاديان كلها ولولا حديث معاذ لقلنا بالجواز فى الزكوة "

(از هداية اولين ١٨٥)

زکوۃ ذمی کو دینا جائز نہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت

معاذ رضی اللہ عنہ کو (جب عامل بنایا تو) فرمایا کہ مسلمانوں کے اغنیاء سے زکوۃ کا مال وصول کرو اور مسلمانوں کے فقراء پر تقسیم کرو ۔ زکوۃ اور صدقہ فطر اور نذر اور کفارات کے ماسواء تمام صدقات ذمی کو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دینوں والوں کو صدقہ دو، اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث اس کے معارض نہ ہوتی تو اس حدیث کی رو سے ہم ذمی کو زکوۃ دینے کا حکم بھی ثابت کر سکتے تھے، لیکن حدیث معاذ کے معارض ہونے کی وجہ سے صدقات واجبہ کا حکم علیحدہ ہو گیا ۔

یہاں سے ہی بہت صراحۃ واضح ہو گیا، کہ صدقات واجبہ اور صدقات نفلیہ کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے صدقات واجبہ غنی کو دینا منع ہے ۔

" ولا تدفع الی غنی لقوله علیه السلام لا تحل الصدقة لغنی "

(ھدایه اولین ص ۱۸۶)

غنی کو زکوۃ نہ دی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں ۔

" ولا تدفع الی بنی هاشم "

(ھدایه اولین ۱۸۶)

بنی ہاشم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی ۔

" ...... عبد المطلب بن ربیعه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان هذه الصدقات انما هی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ...... رواه مسلم .

(مشکوة باب من لاتحل له الصدقه)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا : بیشک یہ صدقات لوگوں (کے مالوں) کی میل کچیل ہیں فرمایا بے شک یہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

" قال ابن الملك الصدقة لا تحل للنبی ﷺ فرضا كانت او نفلا و كذا المفروضة لاله الی اقربائه واما التطوع فمباح لهم "

(مرقاة ج ٤ ، ص ١١١)

ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے لئے فرضی اور نفلی صدقہ ہر قسم کا حلال نہیں تھا۔ لیکن آپ کی آل اور آپ کے اقرباء کے لئے فرضی صدقہ تو حلال نہیں لیکن نفلی صدقہ حلال ہے ۔

" واما الصدقة النافلة فقال فی النهاية وبجوز النفل بالاجماع وكذا يجوز النفل للغنی "

(مرقاة ج ٤ ص ١١١)

نفلی صدقہ کا حکم بیان کرتے ہوئے صاحب نہایہ نے بیان فرمایا کہ بنو ہاشم کے لئے نفلی صدقہ بالاجماع جائز ہے ، اور اسی طرح غنی کے لئے نفلی صدقہ بھی جائز ہے ۔

" لان المال هٰهنا كالماء يتدنس باسقاط الفرض اما التطوع بمنزلة التبرد بالماء "

(هداية اولين ص١٨٦)

اس لئے کہ مال پانی کی طرح ہے فرض کے ساقط کرنے سے میلا ہو جاتا ہے اور نفل کا ادا کرنا پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی طرح ہے۔

البتہ یہ خیال رہے کہ غنی کو نفلی صدقہ ، صدقہ کی نیت سے دینا

مطلق جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کا خلاف ادب لازم نہیں آتا۔ لیکن بنو ہاشم کے ادب کا تقاضا کچھ اور ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

" فلا تدفع اليهم النافلة الا على وجه الهبة مع الادب "

(مرقاة ج ٤ ص ١١١)

کہ بنو ہاشم کو نفلی صدقہ بھی "ہبہ" کی نیت سے دیا جائے اس میں صدقہ کی نیت نہ کی جائے تاکہ ان کے ادب و احترام کا لحاظ پایا جائے۔

" ولا الىٰ امرأ ته للاشتراك فى النفع عادة ولا تدفع المراة الى زوجها عند ابى حنيفة لما ذكرنا وقالا تدفع اليه لقوله عليه السلام لك اجران اجر الصدقة واجر الصلة قاله لامراة ابن مسعود وقد سئالته عن التصدق عليه قلنا هو محمول على النافلة "

(هدايه اولين ١٢٦)

خاوند اپنی زوجہ کو زکوۃ نہیں دے سکتا کیونکہ زوجین کے منافع مشترک ہیں۔ زوجہ اپنے خاوند کو بھی زکوۃ نہیں دے سکتی۔ وجہ اس کی بھی یہی ہے کہ منافع دونوں کے مشترک ہیں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ البتہ صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد) کے نزدیک زوجہ اپنے خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے، کیونکہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنے خاوند کو صدقہ دے سکتی ہوں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں دو اجر حاصل ہوں گے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس صدقہ سے

مراد نفلی صدقہ ہے۔ اس بحث سے یہ بھی واضح ہوا کہ نفلی صدقہ زوجہ اپنے خاوند کو بالاتفاق دے سکتی ہے، لیکن وجوبی صدقہ مفتٰی بہٖ قول کے مطابق اپنے خاوند کو نہیں دے سکتی۔

نفلی اور وجوبی صدقہ کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

رشتہ داروں پر صدقہ افضل ہے

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں روایت ذکر کی گئی ہے۔

" قال علیہ السلام افضل الصدقة علی ذی الرحم الکاشح "
(بحوالہ ہدایہ اخیرین ۲۵۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا عداوت رکھنے والے ذی رحم (قریبی رشتہ دار) پر صدقہ کرنا افضل ہے۔

" وانما جعل ھذا التصدق افضل لان التصدق علی المحب الصدیق یمیل الیہ النفس لمحبتہ وصداقتہ وفی القریب الکاشح المنظور الیہ ھو معنی القرابة لا غیر مع مخالفة نفسہ لان نفسہ لا تدعوالی التصدق " (کفایہ)

عداوت رکھنے والے رشتہ دار کو صدقہ دینا افضل اس لئے قرار دیا ہے کہ محبّ، صدیق کی طرف تو اس کی محبت اور صَداقت کے پیش نظر انسان کا نفس خود ہی مائل ہوتا ہے، کہ اس کو صدقہ دیا جائے۔ لیکن عداوت رکھنے

والے رشتہ دار کی طرف انسان کا نفس تو میلان نہیں کرتا اور صدقہ بھی نہیں دینا چاہتا۔ لیکن وہ رشتہ داری کی وجہ سے جب صدقہ دے گا تو یہ اس کے لئے افضل ہو گا۔

"وعن سليمان بن عامر قال قال رسول الله ﷺ الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذى رحم ثنتان صدقة وصلة"

(رواه احمد والترمذى والنسائى وابن ماجه مشكوة باب افضل الصدقة)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہی ہے اور ذی رحم محرم (رشتہ دار) کو صدقہ دینے میں دو چیزیں حاصل ہیں۔ صدقہ اور صلہ رحمی۔ یعنی عام فقراء اور غرباء کو صدقہ دینے میں ایک ثواب اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے میں دو ثواب حاصل ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے نتیجہ حاصل ہوا

☆ میت کے گھر والوں کے پڑوسی اگر کھانا پکا کر ان کو اور ان کے مہمانوں کو کھلائیں تو انہیں دو ثواب حاصل ہوں گے۔ ایک صدقہ کا اور دوسرا پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کا۔

☆ اگر اہل میت کے رشتہ دار انہیں اور ان کے مہمانوں اور غرباء و فقراء کو صدقہ کی نیت سے کھانا کھلائیں تو انہیں دو ثواب حاصل ہونگے ایک صدقہ کا اور دوسرا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے یعنی صلہ رحمی کا۔

☆ میت کے گھر والے "صدقہ" کی نیت سے کھانا پکا کر کھلائیں، تو ثواب حاصل ہو گا، اس میں ان کے رشتہ دار اور غرباء فقراء سب شریک ہو

سکتے ہیں۔

☆ میت کے گھر والے صدقہ کی نیت سے تو کھانا نہ پکائیں؟ البتہ ہبہ کی نیت سے کھانا کھلائیں۔ باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی مجبوری کو دیکھ کر کھانا کھلائیں، کہ یہ اب واپس گھر تو پہنچ نہیں سکتے اتنے وقت سے بھوکے ہیں تو ایسی صورت میں کھانا کھلانا مباح ہے بلکہ صلہ رحمی کی وجہ سے مستحب کہنا بھی کوئی بعید نہیں۔

☆ وفات کے بعد کھانا کھلانا نفلی صدقہ ہوتا ہے، اس میں اہل خانہ خود اغنیاء اور فقراء و غرباء سب شریک ہو سکتے ہیں۔ اغنیاء کے کھانے سے ثواب ضائع نہیں ہو جاتا۔

☆ میت کے گھر والے ریاء کاری، نام پیدا کرنے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے بطور ضیافت کھانا کھلائیں تو یہ منع ہے۔

☆ مباح یا مستحب کو حرام کہنا جرم عظیم اور ظلم عظیم، اللہ تعالیٰ ایسے جہلاء سے بچائے۔

بحث ایصال ثواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے !

" والذین جاء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انك رؤف رحیم "

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے ! بے شک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔

" واعلم ان ھذہ الآیات قد استوعبت جمیع المؤمنین لانھم اما المھاجرون او الانصار او الذین جاؤا من بعدھم وبین ان فی شان من جاء من بعد المھاجرین والانصار ان یذکر السابقین وھم المھاجرون والانصار بالدعاء والرحمة فمن لم یکن کذالك بل ذکرھم بسوء کان خارجا من جملة اقسام المؤمنین بحسب نص ھذہ الآیة "

بے شک یہ آیات (یعنی تین آیات ایک یہ اور دو اس سے پہلی آیتیں مسلمانوں کی تمام قسموں کو حاوی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے مسلمانوں یعنی مہاجرین و انصار (اور تمام پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں) کے لئے دعا کریں ایصال ثواب کریں۔ ان کے لئے رحمت طلب کریں جو اس

طرح نہیں کرتے بلکہ پہلے مسلمانوں کو برائی سے یاد کرتے ہیں، وہ مسلمانوں کی تمام قسموں سے خارج ہیں۔

اس حکم پر یہ آیت کریمہ صراحۃً دلالت کر رہی ہے، قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کو حقیقی معنی میں مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے تمام مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور ان کے لئے رحمت طلب کریں۔

بے شمار احادیث سے بھی یہ واضح ہے کہ فوت شدہ بھائیوں کو ثواب پہنچایا جائے اور ان کے لئے دعا مغفرت کی جائے۔

" عن ابی هريرة قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة الامن صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله "

(مسلم ج ۲، باب ما يلحق من الثواب بعد وفات)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے۔ یعنی سوائے صدقہ جاریہ یا علم جس سے لوگ نفع حاصل کر رہے ہوں۔ یا نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کر رہے ہوں۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہو گیا، کہ فوت شدہ انسان کے لئے دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس کے اعمال کی ترقی اور مغفرت اور بلندی درجات کا ذریعہ ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

" وفيه ان الدعاء يصل ثواب الى الميت و كذٰلك الصدقة وهما مجمع عليهما "

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ بیشک دعا کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کا ثواب بھی، ان دونوں کے ثواب کے پہنچنے پر اجماع امت ہے۔

" ان من البر بعد البر ان تصلى لأبويك مع صلاتك و تصوم لهما مع صومكِ "

(مسلم ج اول باب بیان الاسناد من الدین)

بے شک نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ والدین کے لئے بھی نماز (نوافل) پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے (نفلی) روزے بھی رکھو (ان کا ثواب پہنچاؤ)۔

اس حدیث کی شرح میں نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

" عن بعض اصحاب الكلام من ان الميت لا يلحقه بعد موته ثواب فهو مذهب باطل قطعا وخطأ بين ، مخالف النصوص الكتاب والسنة واجماع الامة فلا التفات اليه "

بعض اصحاب کلام نے کہا کہ میت کو اس کی موت کے بعد ثواب نہیں پہنچتا یہ مذہب یقیناً باطل ہے قرآن پاک ، حدیث پاک اور اجماع امت کے خلاف ہے، اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے ۔

نیز علامہ نووی اس کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں۔

" وذهب جماعات من العلماء الى انه يصل الى الميت ثواب

جميع العبادات من الصلوة والصوم والقراء وغيره ذلك"

علماء کی کثیر جماعتوں کا موقف یہ ہے کہ میت کو تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، خواہ نماز ہو، یا روزہ ہو۔ تلاوت قرآن پاک ہو یا ان کے بغیر اور عبادات ہوں ۔

گویا اس مسئلے میں کل دو مذہب ہو گئے ایک باطل مذہب کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا اور دوسرا علمائے حق کا مذہب کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے ۔

" قال النووی فی الاذکار قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول اذا دخلتم المقابر فاقرء وا بفاتحة الکتاب والمعوذتین وقل هو الله احد واجعلوا ثواب ذالك لاهل المقابر فانه یصل الیهم والمقصود من زیارة القبور للزائر الاعتبار وللمزور الانتفاع بدعائه"

(مرقات ج ٤، ص ٨١)

محمد بن احمد مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ، کیونکہ ان کو ثواب پہنچتا ہے ۔

قبروں کی زیارت میں مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے اور جن کی زیارت کی جائے انہیں دعا سے نفع حاصل ہو۔

" واخرج الخلال فی الجامع عن الشعبی قال کانت الانصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبره یقرؤن القرآن "

(مرقات ج ٤، ص ٨١)

شعبی سے مروی ہے کہ انصار کا اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پاک پڑھتے تھے ۔

" واخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل ھو اللہ احد عن علی مرفوعا من مر علی المقابر وقرء ﴿ قل ھو اللہ احد الخ ﴾ احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرہ للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات "

(مرقات ج ٤ ص ٨١)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھے، پھر اس کا ثواب فوت شدہ حضرات کو پہنچائے تو فوت شدہ لوگوں کی تعداد کے مطابق اجر دیا جائے گا ۔ (یعنی ہر شخص کو مکمل ثواب حاصل ہو گا۔ اور پڑھنے والے کو بھی جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنا زیادہ اجر حاصل ہو گا)۔

"واخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہ عن ابی ھریرۃ قال ، قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھٰکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامك لاھل المقابر و المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ "

(مرقات ج ٤ ، ص ٨١ ، ٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوا پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور "قل ھو اللہ احد" اور " الھٰکم التکاثر " سورۃ پڑھی پھر کہا میں نے جو کلام پڑھی ہے، اس کا ثواب میں قبرستان کے مومن مرد اور عورتوں کو پہنچاتا ہوں۔ تو تمام لوگ (جن کو یہ ثواب پہنچائے گا) اس کے شفیع ہوں گے ۔

"عن ابی ھریرہ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترك مالا ولم یوص فھل یکفر عنه ان تصدق عنه (ان اتصدق عنه) قال نعم"

(مسلم باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی بیشک میرے باپ فوت ہو گئے ہیں، اور مال چھوڑ گئے کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی، کیاان کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو ان کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

" عن عائشة ان رجلا اتی الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ان امی افتلتت نفسها و لم توص واظنها لو تکلمت تصدقت أ فلها اجر إن تصدقت عنها؟ قال نعم"

(مسلم جلد ثانی باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یارسول اللہ میری والدہ اچانک فوت ہو گیں کوئی وصیت نہیں کر سکیں، میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کر سکتیں تو صدقہ کی وصیت ہی کرتیں۔ کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایاہاں۔

ان دونوں حدیثوں کے ترجمہ سے ہی بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ نے "باب" کا نام (عنوان) ہی ایسا رکھا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو گا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

"عن ابی هریرہ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترک مالا ولم یوص فھل یکفر عنہ ان تصدق عنہ (ان اتصدق عنہ) قال نعم"

(مسلم باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی بیشک میرے باپ فوت ہو گئے ہیں، اور مال چھوڑ گئے کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی، کیا ان کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو ان کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں !

" عن عائشة ان رجلا اتی الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ان امی افتلتت نفسھا و لم توص واظنھا لو تکلمت تصدقت أ فلھا اجر إن تصدقت عنھا؟ قال نعم"

(مسلم جلد ثانی باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ اچانک فوت ہو گیں کوئی وصیت نہیں کر سکیں، میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کر سکتیں تو صدقہ کی وصیت ہی کرتیں۔ کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

ان دونوں حدیثوں کے ترجمہ سے ہی بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ نے "باب" کا نام (عنوان) ہی ایسا رکھا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو گا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر فرمایا !

" وفی هذا الحديث جواز الصدقة عن الميت واستحبابها وان ثوابها يصله وينفعه وينفع المتصدق ايضا وهذا كله اجمع عليه المسلمون "

(نووی شرح مسلم جلد ثانی ۲۹)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور بیشک اس صدقہ کا ثواب اسے پہنچتا ہے اور میت کو اس کا نفع حاصل ہوتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس کا نفع حاصل ہوتا ہے۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے ۔

مباح بہ نیت تقرب مستحب ہو جاتا ہے

وصیت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا !

"والثلث کثیر انك ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس ولست تنفق نفقة تبتغی بھا وجه الله الا اجرت بھا حتی اللقمة تجعلھا فی فی امراتك"

(مسلم ج۲، کتاب الوصیة)

تہائی حصہ کی وصیت بہت ہے۔بے شک اگر تم ورثاء کو غنی چھوڑ جاؤ، تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تم انہیں حاجتمند چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں ۔ تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے جو مال بھی خرچ کرو گے۔اس کا تمہیں ضرور اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی زوجہ کے منہ میں ڈالو گے۔اس کا ثواب بھی تمہیں ملے گا ۔

یہ حدیث جس کا کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے۔اس کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے چند مسائل نقل لئے ہیں ۔

☆ " وفی ھذا الحدیث حث علی صلة الارحام والاحسان الی الاقارب والشفقة علی الورثة وان صلة القریب الاقرب والاحسان الیه افضل من الابعد "

اس حدیث پاک میں صلہ رحمی اور قریبی رشتہ داروں پر احسان کرنے اور ورثاء پر شفقت کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ اور اس بات پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ کہ قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر کے صلہ رحمی حاصل کرنا اور ان

پر احسان کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت دور والوں کے ۔

☆ " واستدل به بعضهم على ترجيح الغنى على الفقير "

اسی سے بعض اہل علم نے یہ ثابت کیا ہے کہ اپنی قریبی رشتہ دار کو نفلی صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے باوجود اس کے کہ وہ غنی ہو اور دوسرا شخص فقیر ہو

☆ " وفيه استحباب الانفاق فی وجوه الخير "

اور یہ بات ثابت ہوئی کہ بھلائی کے ہر قسم کے مواقع پر مال خرچ کرنا مستحب ہے ۔

☆ " وفيه ان الاعمال بالنيات وانه انما يثاب على عمله بنية "

اور یہ ثابت ہوا کہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے، بے شک انسان کو اس کے عمل پر اس کی نیت کے مطابق ہی ثواب دیا جاتا ہے ۔

☆ " وفيه ان الانفاق على العيال يثاب عليه اذا قصد به وجه الله تعالیٰ "

اور یہ ثابت ہوا کہ اہل وعیال پر مال خرچ کرنے پر بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جب اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ کیا جائے ۔

☆ " وفيه المباح اذا قصد به وجه الله تعالیٰ يصير طاعة ويثاب عليه "

اور یہ واضح ہوا کہ مباح کے کام میں جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ کیا جائے تو وہ طاعت بن جاتا ہے اور اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی زوجہ سے مہربانی اور تعلقات ازدواجی دنیاوی خواہشات اور لذات کی وجہ سے ہوتے ہیں، ان لذات کے پیش نظر ہی اس کے منہ میں لقمہ ڈالا جاتا ہے لیکن

جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے یہی کام کئے جائیں تو ان میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے زوجہ کے منہ میں ڈالے جانے والے لقمہ کو باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے۔

☆ " ان الانسان اذا فعل شياء اصله على الاباحة ذالك كالاكل بنية التقوى على طاعة الله تعالىٰ والنوم للاستراحة ليقوم الى بنية العبادة نشيطا والاستمتاع بزوجة ليكف نفسه وبصره ونحوهما عن الحرام وليقضى حقها وليحصل ولد اصالحا "

(نووی شرح مسلم ج ۲، ص ۴۷)

انسان جب کوئی ایسا کام کرے جو اصل میں تو مباح ہو لیکن جب وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے کرے تو وہ مستحب ہو جائے گا۔ اس میں اسے ثواب حاصل ہو گا۔ جس طرح کھانا کھانا مباح ہے۔ لیکن جب اس لئے کھائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو جائے تو یہی مستحب ہو جائے گا۔ "سونا" (آرام کرنا) مباح ہے لیکن اس لئے سونا کہ آرام حاصل ہو جائے تو پھر عبادت کرنے میں چُستی حاصل ہو سستی باقی نہ رہے تو یہ سونا بھی مستحب ہو گا، اس پر ثواب حاصل ہو گا۔

زوجہ سے منافع حاصل کرنا مباح ہیں لیکن اس غرض سے منافع حاصل کرے کہ حرام کاموں سے بچ جاؤں اور زوجہ کے حقوق پورے کر لوں اور نیک اولاد حاصل ہو تو یہ منافع حاصل کرنے مستحب ہو جائیں گے اور ان پر ثواب مرتب ہو گا۔

نتیجہ واضح ہوا :

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ میت کے گھر والے یا ان کے رشتہ دار اگر اس غرض سے کھانا پکائیں کہ دور دراز سے آئے ہوئے رشتہ داروں اور پڑوسیوں یا اہل محلّہ یا احباب کو کھلائیں گے تاکہ ہمارے تعلقات اور زیادہ بڑھیں صلہ رحمی حاصل ہو تو یقیناً یہ باعث ثواب ہے ۔

تنبیہ:-

اہل میت کھانے کا اہتمام ایسا نہ کریں جس سے یہ پتہ چلے کہ یہ خوشی کی محفل ہے۔ شرکاء بھی غمزدہ ہی نظر آئیں۔ مطلقاً ضیافت، اظہار خوشی یقیناً مکروہ ہے ۔

" ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور"

(شامی ج ۱، ص ٦٦٤)

اسی لئے غم اور خوشی کے کھانوں میں فرق ہونا چاہئے، کسی قسم کی ایسی حرکات نہ پائی جائیں، جو خوشی پر دلالت کریں ۔

لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اگر خوشی کی طرح ہی کھانے کی محفل سجائی جائیں، شرکاء بھی ہنستے رہیں ان محافل سے غمی کا کوئی تصور نہ ہو تو پھر بھی "مکروہ" ہی ثابت ہوگا۔ "حرام" ثابت کرنے کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ دلیل کی ضرورت ہے ۔

اہل سنت وجماعت کا مذہب

" وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع ثم قال وبهذا علم انه لا فرق بین ان یکون المجعول له میتا او حیا والظاهر انه لا فرق بین ان ینوی به عند الفعل للغیر او یفعله لنفسه ثم بعد ذالك یجعل ثوابه لغیره لا طلاق کلامهم "

(شامی ج ۱، ص ٦٦٦)

البحر الرائق میں ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص روزہ رکھ کریا نماز ادا کر کے یا صدقہ کر کے ثواب دوسرے شخص کو پہنچائے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ یہ جائز ہے اور ان عبادات کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، البدائع میں بھی یہی ذکر ہے، اس کے بعد بدائع میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسی سے معلوم ہو گیا کہ جس کو ثواب پہنچایا گیا، وہ زندہ ہو یا مردہ، اسی طرح عام ہے کہ یہ عبادات غیر کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کرے اور ثواب پہنچائے، یا اپنے لئے اور پھر ثواب دوسرے کو پہنچائے۔ کیونکہ اہل علم نے مطلقاً ثواب پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ نفلی نماز اور نفلی روزہ میں تو اتفاق ہے کہ ان کا ثواب غیر کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ لیکن فرضی نماز روزہ میں اختلاف ہے۔

اعتراض:

رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے !

"وان لیس للانسان الا ماسعی".

اور یہ کہ آدمی نہیں پائے گا سوائے اپنی کوشش کے ۔

اس آیت کریمہ سے تو پتہ چلا کہ انسان کو اپنے اعمال کا ہی فائدہ ہو گا ،دوسرے کے اعمال کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا ۔

اس اعتراض کے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جواب ذکر کئے ہیں۔

پہلا جواب :

" انها منسوخة بقوله تعالیٰ والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم الاية، ادخل الابناء الجنة بصلاح الاباء "

یہ آیت کریمہ دوسرے آیت کریمہ "والذين امنوا اتبعتهم ...... الآية" سے منسوخ ہے۔دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے ،اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ آباء کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جبکہ ان کے اپنے اعمال میں کوئی کمی نہیں ہو گی ۔

دوسرا جواب :

" انها خاصة بقوم ابراهيم وموسى عليهما الصلوة والسلام فاما هذه الامة فلها ما سعت وما سعى لها قاله عكرمة "

اس آیت کریمہ کا حکم قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام سے خاص ہے کہ انہیں صرف اپنے ہی اعمال کا فائدہ ہوتا تھا، اس آیت سے پہلے قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، لیکن امت مصطفیٰ ﷺ کو اپنے اعمال کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ جو اپنی عبادات کا ثواب انہیں پہنچائیں اس کا فائدہ بھی انہیں حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت کریمہ کے متعلق یہی قول ہے۔

تیسرا جواب :

" ان المراد بالانسان هنا الكافر فاما المؤمن ما سعى وسعى له قاله الربيع بن انس "

بے شک آیت کریمہ میں جو انسان کا ذکر ہے، اس سے مراد کافر ہے کہ کافر کو کسی دوسرے شخص کے عمل کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن مومن کو اپنے اعمال کا فائدہ بھی ہوگا، اور دوسروں کے اعمال کا بھی، جن کا ثواب اسے پہنچایا گیا ہو۔ اس آیت کریمہ کی وضاحت میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

چوتھا جواب :

" ليس للانسان الا ماسعى من طريق العدل فاما من باب الفضل فجائز ان يزيده الله ما شاء قاله الحسين بن فضل "

آیت کریمہ میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انسان صرف وہی پائے گا جو اس نے خود کوشش کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نظام میں صرف عدل کی بات ہوتی تو یہ شخص کسی دوسرے کے عمل کا فائدہ حاصل نہ کر سکتا، لیکن نظام قدرت میں فضل کو بھی دخل عظیم ہے۔ اس لئے وہ اپنے فضل سے انسان کو اس کے اپنے اعمال کا فائدہ بھی دے گا۔ اور دوسروں سے پہنچائے گئے ثواب کا فائدہ بھی دے گا۔ وہ اپنے فضل سے جتنا چاہے انسان کے مراتب کو زیادہ کرے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی قول حضرت حسین بن فضل رضی اللہ عنہ کا ہے۔

پانچواں جواب :

" ان اللام فی الانسان بمعنی علیٰ ای لیس علی الانسان إلا ما سعی "

(مرقاۃ ج ٤ ، ص ٨٦)

للانسان میں لام بمعنی علی کے ہے، اب آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ انسان کو نقصان صرف اپنے برے اعمال کا ہوگا۔ کسی دوسرے کی بداعمالیوں کا اسے نقصان نہیں ہوگا۔

مسلمان ہمیشہ ایصالِ ثواب کرتے رہے

" وان المسلمین ما زالوا فی کل مصر وعصر یجتمعون ویقرؤن لموتاهم من غیر نکیر فکان ذالك اجماعا "

(مرقاة ج ٤، ص ٨٢)

بے شک مسلمان ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں ہمیشہ سے فوت شدہ آدمیوں کے لئے قرآن پاک پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس پر اجماع امت ہے۔

" قال السیوطی واما القرائة علی القبر فجزم بمشروعیتها اصحابنا وغیرهم "

(مرقاة ج ٤ ، ص ٨٢)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قبر پر قرآن پاک پڑھنے کے جواز پر ہمارے اصحاب اور دوسرے حضرات نے یقین کیا ہے، یعنی اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

" قال النووی فی شرح المهذب یستحب لزائر القبور ان یقرأ ما تیسر من القرآن ویدعو لهم عقبها نص علیه الشافعی واتفق علیه الاصحاب وزاد فی موضع آخر وان ختموا القرآن علی القبر کان افضل "

(مرقاة ج ٤ ، ص ٨٢)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں ذکر کیا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ جتنا ہو سکے قرآن پاک پڑھے، اور اس کے بعد قبرستان والوں کے لئے دعا کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہ نے اس پر نص فرمائی ہے اس پر آپ کے اصحاب کا بھی اتفاق ہے۔

دوسرے مقام پر اور یہ زیادہ فرمایا کہ اگر قبر پر مکمل قرآن پاک پڑھ کر دعا کریں، تو اور زیادہ بہتر ہے۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ:

علامہ ابن عابدین شامی نقل فرماتے ہیں:

" وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون وآیة الكرسی وآمن الرسول وسورة یسین وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنی عشرمرة او احدی عشرة او سبعة او ثلاثا ثم یقول : " اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم " .

(شامی ج۱، ص ٦٦٦)

شرح لباب میں ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک جہاں سے آسان ہو پڑھے یعنی ہو سکے تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ کی ابتداء سے "مفلحون" تک اور آیت الکرسی اور امن الرسول اور سورۃ تکاثر اور سورۃ اخلاص بارہ مرتبہ یا گیارہ مرتبہ یا سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھے۔ پھر یہ کہے: اے اللہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔

اگر زیادہ لوگوں کے لئے پڑھا ہو تو زیادہ کا ذکر کر دے۔ اے اللہ فلاں، فلاں کو اس کا ثواب پہنچا۔

دعاء میں شامل سب کو مکمل ثواب پہنچے گا

" فی زکوۃ التتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیء "

(شامی ج ۱، ص ٦٦٦)

بحرمحیط کے حوالہ سے تتار خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص نفلی صدقہ کر رہا ہو، اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ تمام مومن مرد اور مومن عورتوں کی نیت کرے کیونکہ تمام کو ثواب پہنچے گا، اور اس کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اس لئے ہر دعا میں تمام مومنین کا ذکر کیا جائے، یہ نہ خیال کیا جائے کہ شاید ثواب منقسم ہو جائے گا، ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

بہتر یہ ہے کہ دعا کرتے وقت پہلے نبی کریم ﷺ کے حضور ایصال ثواب کا نذرانہ عقیدت پیش کرے پھر تمام انبیاء کرام اور سلف صالحین کے حضور پیش کرے۔ ان بزرگ ہستیوں کے وسیلہ جلیلہ سے جس شخص کے لئے اہتمام کیا گیا ہے، اسے ثواب پہنچائے پھر تمام مومنین و مومنات کو ثواب پہنچائے۔

فائدہ:

مذکورہ بحث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دعا سے پہلے مروج چھوٹا ختم

شریف یعنی چہار قل، فاتحہ، سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پھر کچھ اور آیات مبارکہ جو مختلف جگہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ جائز ہے، البتہ، لازم نہیں کوئی اور سورتیں پڑھ لی جائیں، پھر بھی جائز ہے۔ قرآن پاک مکمل پڑھ لیا، ویسے ہی دعا کرلی پھر کوئی اور سورتیں یا آیات نہیں پڑھیں تو یہ بھی جائز ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب کے فتویٰ سے بخوبی واضح ہوگا (فتویٰ بعد میں مذکور ہے) کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ مختصر سورتیں پڑھ کر دعا کرنا جائز ہے۔ قبولیت دعا اور حضور قلب کا ذریعہ ہے، البتہ اسے فرض اور واجب نہ سمجھے اور یہ بھی اعتقاد نہ رکھے کہ اس کے بغیر ثواب نہیں پہنچتا۔

میت کو ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ :

" عن سعد بن عبادة قال يا رسول الله ام سعد ماتت فاى الصدقة افضل قال الماء "

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ سعد کی (یعنی میری) ماں فوت ہوگئی اس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ حضرت سعد نے کنواں کھدوایا (اور لوگوں کے لئے وقف کر دیا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لئے ہے) یعنی اس کنویں کا نام ہی ایسا رکھا جس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ ام سعد کے ایصال ثواب کے لئے ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ور صحابی کے عمل کے بعد بھی اگر کوئی

شخص یہ کہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ اس کی قسمت کی بات ہے، ہمیں کسی کی بد قسمتی پر ماتم کرنے کی ضرورت نہیں معاملہ اپنی اپنی قسمت کا ہے

پانی کو زیادہ باعث ثواب کہنے کی وجہ !

" الا فضلية من الامور النسبية و كان هناك افضل لشدة الحر والحاجة وقلة الماء"

(مرقاة ج ٤، ص ٢٠٩)

کسی صدقہ کی افضلیت وقتی مناسبت سے تعلق رکھتی ہے۔ وہاں پانی کا صدقہ افضل تھا، کیوں کہ شدید گرمی پڑتی، پانی قلیل ہوتا تھا، لوگوں کو زیادہ اسی کی ضرورت تھی ۔

اس سے پتہ چلا کہ اگر کہیں مسجد کی زیادہ ضرورت ہو تو مسجد بنوائی جائے، اگر کہیں دینی مدرسہ کی زیادہ ضرورت ہو تو دینی مدرسہ پر مال خرچ کیا جائے۔ اگر کہیں قبرستان کے لئے جگہ کی ضرورت زیادہ ہو تو قبرستان کے لئے جگہ لی جائے وغیرہ ۔

میت کی جانب سے حج کرنا

" حدثني موسى بن سلمة الهذلي ان ابن عباس قال امرت امرأة سنان بن سلمة الجهني ان يسال رسول الله ﷺ ان امها ماتت ولم حج أفيجزى عن امها ان تحج عنها قال نعم ! لو كان على امها دين فقضته عنها ألم يكن يجزئي فتحجج عن امها "

(نسائی ج ۲، باب الحج عن المیت)

موسی بن سلمہ ہذلی نے حدیث بیان کی کہ بیشک ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سنان بن سلمہ جہنی کی زوجہ نے حکم دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتایا جائے، کہ میری ماں فوت ہوگئیں انہوں نے حج نہیں کیا تھا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کردوں تو ان کی طرف سے جائز ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں کہ اگر اس کی ماں پر قرض ہوتا تو وہ ادا کرتی (قرض ادا ہو جاتا) تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ماں کی جانب سے حج کرے۔

"عن ابنَ عباس امرأة سالت النبی ﷺ عن ابیها مات ولم یحج قال حجی عن ابیك"

(نسائی جلد ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میرے باپ فوت ہو گئے ہیں اور وہ حج نہیں کر سکے۔ (تواب میں کیا کروں) آپ نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی جانب سے حج کرلو۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ میت کو عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، اگر ثواب نہ پہنچتا تو نبی کریم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ تم اپنی ماں کی جانب سے، یا تم اپنے باپ کی جانب سے حج کرلو۔ میت کو عبادات کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے میت کی طرف سے حج کرنے کی اجازت فرمائی۔

ذکر و تسبیحات سے میت کو فائدہ پہنچانا

"وعن ابن عباس قال مر رسول الله ﷺ بقبرین فقال انهما

یعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدھما . فکان لا یستبری من بولہ ، واما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریرة رطبة فشقھا نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة فقالوا یا رسول اللہ ﷺ لم صنعت ھذا ؟ فقال یخفف لعلھما عنھما"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے قریب سے گذرے تو آپ نے فرمایا کہ بیشک ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ، اور ان کو عذاب (بظاہر) کوئی بڑی چیز کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ایک کو عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا ، اور دوسرے کو عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ چغلخوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز شاخ کو لیا اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ پھر ہر ایک قبر پر ایک ایک کو گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی۔ (انہیں فائدہ ہوگا) ان سے عذاب میں تخفیف ہوگی ۔ "لعلّ" کا لفظ کسی شک پر دلالت نہیں کر رہا بلکہ تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی ۔ تو اس سے تخفیف کی علت ثابت ہوگئی۔

سبز ٹہنیاں باعث تخفیف عذاب کیوں ہوں گی ؟

" انہ یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح "

اس لئے کہ وہ جب تک سبز و تر رہیں گی ۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات پڑھیں گی۔ لہذا تسبیح کی برکت کی وجہ سے ان سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

" وعلی ھذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبة من الاشجار وغیرھا

وکذلك فیما فیه برکة کالذکر وتلاوۃ القرآن "

اسی سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت (تراوت) پائی جائے خواہ درخت ہوں یا اور کوئی چیز ہو وہ باعث تخفیف عذاب ہے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت پائی جاتی ہو جیسے ذکر اور تلاوت قرآن بطریق اولیٰ (یعنی سبز شاخوں سے بڑھ کر) فائدہ مند ہیں اور عذاب کی تخفیف کا سبب ہے۔

(از حاشیہ نسائی)

قبر پر پانی چھڑکنا رحمت الٰہی کا سبب ہے

" وعن جابر قال رش قبر النبی ﷺ وکان الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح بقربة بدأ من قبل راسه حتی انتھی الی رجلیه "

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ مشکوۃ باب دفن المیت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا، بلال بن رباح نے مشکیزہ سے پانی چھڑکا، سر کی جانب سے شروع کیا گیا اور پاؤں کی انتہا تک چھڑکا گیا۔

" قال الطیبی لعل ذٰلك اشارۃ الی استنزال الرحمة الالٰھیة والعواطف الربانیة کما ورد فی الدعاء اللھم اغسل خطایاہ بالماء والثلج والبرد وقالوا سقی اللہ ثراہ وبرد مضجعه "

(مرقاۃ ج ٤)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانی چھڑکنے میں اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ یہ رحمۃ الٰہیہ کے نزول کا سبب ہے۔ اور رب تعالیٰ کی مہربانیوں کا ذریعہ ہے، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے دعاء میں فرمایا، اے اللہ

اس کے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں (ژالہ باری) سے دھودے۔ صحابہ کرام نے دعا میں ذکر کیا، اے اللہ ان کی قبر کو سیراب کردے اور ان کے ٹھکانہ کو ٹھنڈا کر۔

نبی کریمؐ کا حضرت سعدؓ کی قبر پر تسبیحات و تکبیرات پڑھنا!

"وعن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلی علیه ﷺ ووضع فی قبره وسوی علیه سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا . فقیل یا رسول اللہ ﷺ لم سبحت ثم کبرت ؟ قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبرة حتی فرجه اللہ عنه"

(رواہ احمد مشکوۃ باب الباب عذاب القبر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور ان کو قبر میں رکھا گیا، اور مٹی ڈال دی گئی، تو نبی کریم ﷺ نے تسبیحات پڑھیں۔ ہم نے طویل تسبیحات پڑھیں پھر حضور نے تکبیر پڑھی، ہم نے بھی تکبیر پڑھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے تسبیح کیوں پڑھی؟ پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو کشادہ کردیا۔

خیال رہے کہ قبر کی تنگی بکریوں کے پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن معاذ جلیل القدر صحابی تھے۔ جن کا لقب نبی کریم ﷺ نے سید الانصار رکھا، انہوں نے مدینہ طیبہ میں عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ ان کی وجہ سے بنو عبد الاشہل نے اسلام قبول کیا اور ان کے گھر کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا، ان کی وفات پر خوشی سے عرش الٰہی جھوما۔ اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

" وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ هذا الذی تحرك له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفامن الملائكة لقد ضم ضمه ثم فرخ عنه "

(مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (سعد بن معاذ) وہ شخص ہے جس کے لئے عرش الٰہی نے حرکت کی اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور ان کے پاس (ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے) ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ تحقیق ان کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ پھر اسے کشادہ کر لیا گیا۔

" الذی تحرك له العرش ای ارتاح بصعوده واستبشر لكرامته علی ربه "

(مرقاۃ ج۱، ص ۲۱۱)

آپ کے لئے عرش الٰہی نے حرکت کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی روح کے چڑھنے کی وجہ سے خوش ہوا، راحت محسوس کی، آپ کی روح کو خوشبو سے مہکتا ہوا پایا۔ اور آپ کو جو رب کے ہاں عزت و تکریم حاصل تھی۔ اس کی وجہ سے خوشی سے عرش جھوما۔

" وفتحت له ابواب السماء لإنزال الرحمة ونزول الملائكة اوتزيينا لقدومه وطلوع روحه لأن محل أرواح المؤمنين الجنة وهى فوق السماء السابعة عرضا للابواب بأن يدخل من أى باب شاء لعظم كما له كفتح ابواب الجنة الثمانية لبعض المؤمنين "

(مرقاة ج۱. ص ۲۱۱)

آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، تاکہ رحمت کا نزول ہو، اور فرشتے نازل ہوں، یا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی روح کے آنے کی وجہ سے آسمانوں کو مزین کرنے کے لئے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ اور وجہ یہ تھی کہ آپ کی روح کو جنت میں پہنچانے کے لئے دروازے کھول دیئے گئے تھے، کیونکہ جنت سات آسمانوں سے اوپر ہے اور جنت ہی مومنوں کی روحوں کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اور وجہ یہ تھی کہ آپ کے عظیم کمال کی وجہ سے جنت کے تمام دروزے کھول دیئے گئے تھے، کہ آپ جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں، کیونکہ باکمال مومنوں کے لئے آٹھ جنتوں کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، کہ جس میں چاہیں داخل ہو جائیں۔

" وشهد سبعون الفا من الملائكة اى حضر جنازة تعظيما له "

(مرقاة ج۱ ص ۲۱۱)

آپ کے جنازہ میں آپ کی تعظیم کے لئے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔

اے غافل انسان !کیا تو ایسے عظیم المرتبہ جلیل القدر صحابی سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہا ہے؟ اتنے عظیم مرتبہ والے صحابی پر قبر تنگ ہو سکتی ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی تسبیحات و تکبیرات سے قبر کشادہ

ہوئی۔ تو تجھے کیا ہوا کہ اپنی قبر کو کشادہ کرنے کے ذرائع سے یعنی تلاوت قرآن پاک اور صدقہ وخیرات سے روک رہا ہے ۔ کیا تو اپنی قبر کے تنگ ہونے پر ہی خوش ہے۔ اگر تجھے قبر کی تنگی پسند ہے تو ہمیں تیری قبر کے کشادہ کرنے کی کوئی فکر نہیں ۔

میت کے لئے استغفار کا حکم

" عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسئل "

(رواہ ابو داؤد ، مشکوۃ البات القبر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میت کے دفن سے فراغت کے بعد اس پر ٹھہرے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو ! پھر اس کے لئے (کلمہ شہادت پر) ثابت رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا ۔

میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

مسلم شریف جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ ایک طویل حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے ۔

" ...... حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف "

یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ بقیع (قبرستان کا نام) میں تشریف لائے،

وہاں بہت دیر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ دعا فرمائی پھر واپس ہو گئے۔

یہاں ہاتھ اٹھانے سے مراد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہی مراد ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے آخر میں آرہا ہے ۔

" فقال ان ربك يأمرك ان تاتى اهل البقيع فتستغفر لهم "

جبرائیل نے کہا بیشک تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے، تم بقیع میں دفن شدہ حضرات کے پاس آکر ان کے لئے دعا مغفرت کرو ۔

" مالك عن يحى بن سعيد ان سعيد بن المسيب كان يقول ان الرجل ليرفع بدعاء ولده من بعد وقال يده نحو السماء فرفعهما "

(موطا امام مالك كتاب القرآن باب العمل فى الدعاء)

امام مالک یحیٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں، بیشک سعید بن میتب کہتے ہیں کہ تحقیق پیچھے رہ جانے والی اولاد کی دعا سے انسان کے مدارج بلند ہوتے ہیں، انہوں نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس حدیث کی شرح میں مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں ۔

" توضيح كلام الباجى ان قوله قال بيده (الخ) ويحتمل وجهين الاول ان يكون بيانا لقوله يد ويؤيده رواية بن عيسىٰ بلفظ يرفعها ويدعو يعنى اذا رفع الولد يديه نحو السماء للدعاء وصوره ابن المسيب بيديه فيرفع لأجله درجات الولد "

شارح حدیث علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت یہ ہے کہ حدیث شریف میں "بیدیه" سے لے کر آخر تک جو الفاظ مذکور ہیں۔ اس کا مقصد بیان کرنے میں دو احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ "یدعوا" کا بیان ہوا، مطلب یہ ہو گا کہ اولاد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔

اس معنی کی ابن عیسی کی روایت تائید کرتی ہے، جس میں ذکر ہی "یرفعھماویدعوا" ہے، جس کا معنی یہ ہے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرے۔ یعنی اولاد جب دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے والدین کے لئے دعا کرے تو ان کے مدارج بلند ہوتے ہیں۔

اسی صورت کو ابن مسیب نے اپنے ہاتھ اٹھا کر بتایا ہے، کہ اس طرح دعا کرے۔

خیال رہے کہ حدیث پاک میں اولاد کی قید اتفاقی ہے، کیونکہ تمام زندہ لوگوں کی دعا فوت شدہ لوگوں کے مدارج کی بلندی کا سبب ہے۔ اس حدیث کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

" بدعاء ولده ای بسبب دعاء اولاده ومن تبعه من بعد ای بعد موته "

یعنی جس طرح اولاد کی دعا کی وجہ سے مدارج بلند ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے کوئی بھی دعا کرے تو اس کے مدارج کی بلندی کا وہ دعا سبب ہوگی۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حکمت

کچھ لوگ دعا کے تو قائل ہو جاتے ہیں مگر نا معلوم ہاتھ اٹھانے میں انہیں کیا قباحت محسوس ہوتی ہے؟ درج ذیل میں ہاتھ اٹھانے کی حکمت و برکت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

" عن سلیمان قال قال رسول اللہ ﷺ ان ربکم حیی کریم یستحي من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا "
(رواہ الترمذی وابو داؤد والبیھقی مشکوۃ شریف کتاب الدعوات)

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک تمہارا رب بڑے حیاء والا ہے۔ (جو اس کی شان کے لائق ہے) اپنے بندے سے حیاء فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹائے۔

خیال رہے کہ یہاں حیاء کا حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے نفع والی چیزیں عطا فرماتا ہے اور ضرر والی ان سے دور رکھتا ہے ۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" حکمۃ الرفع الی السماء انھا قبلۃ الدعاء ومھبط الرزق والوحی والرحمۃ والبرکۃ "

ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے نماز کا قبلہ کعبہ شریف ہے، نماز میں جب کعبہ شریف کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے تو دعا میں آسمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے۔ آسمانوں سے ہی رزق، وحی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے ۔

قرآن پاک پڑھ کر دعا کرنے میں عظیم برکت

" وعن حمید الاعرج قال من قرء القرآن وختمه ثم دعا أمَن علیٰ دعائه اربعة آلاف ملك ثم لا یزالون یدعون له ویستغفرون ویصلون علیه الی السماء او الی الصباح "

(روح البیان ب ۸ زیر آیة وھذا کتاب انزلنه مبارك)

حمید اعرج سے مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک پڑھ کر ختم کیا، پھر دعا کی تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ پھر ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں اور صبح و شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

سبحان اللّٰہ ! پڑھنے والے کو کتنا عظیم ثواب ملتا ہے اور اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، جب وہ دعا کرتا ہے تو چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جب وہ میت کے لئے دعا کرے گا اور چار ہزار فرشتے آمین کہیں گے۔ تو میت کے کتنے مدارج بلند ہوں گے ۔

قرآن پاک کے دَور کے وقت صدقہ کرنا

" عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی شهر رمضان ان جبرنیل علیه السلام کان یلقاہ فی کل سنة فی رمضان حتی ینسلخ فیعرض علیه رسول اللہ ﷺ القرآن فاذا لقیه جبرنیل کان اجود بالخیر من الریح المرسلة "

(مسلم ج ۲، باب جودہ ﷺ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان شریف میں زیادہ سخاوت فرماتے تھے، بیشک جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں آپ سے ملاقات کرتے تھے، یہ سلسلہ ملاقات رمضان کے ختم ہونے تک جاری رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ جب آپ کی ملاقات جبریل سے ہوتی تو آپ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

اس حدیث پاک کی تشریح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

" وفی هذا الحدیث فوائد منها بیان عظم جوده ﷺ ومنها استحباب الثار الجود فی رمضان ومنها زیادة الجود والخیر عند ملاقاة الصالحین وعقب فراقهم للتاثر بلقائهم ومنها استحباب مدارسة القرآن "

(نووی شرح مسلم ج ۲، ص ۲۴۱)

اس حدیث پاک میں کئی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کی بہت زیادہ جود و سخاوت کا اس میں بیان ہے۔

(۲) رمضان شریف میں زیادہ سخاوت کرنا مستحب ہے ۔

(۳) نیک لوگوں سے ملاقات کے وقت زیادہ سخاوت کرنا ۔

(۴) نیک لوگوں کی جدائی کے وقت زیادہ سخاوت کرنا ۔ کیونکہ ان کی ملاقات نے اس پر نیکیوں کے اثرات چھوڑے ہیں ۔

(۵) قرآن پاک کا دور کرنا ، یعنی ایک دوسرے کو سنانا مستحب ہے۔

اسی طرح چھٹا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ قرآن پاک پڑھنے پر صدقہ کرنا مستحب ہے ۔

قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے ختم کے وقت اپنے گھر والے تمام حضرات کو جمع کرتے اور پھر سب مل کر دعا کرتے تھے۔

(نووی کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن)

حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد و عبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد سے صحیح روایت منقول ہے کہ بزرگان دین قرآن پاک کے ختم کے وقت لوگوں کو جمع کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔

(نووی کتاب الاذکار)

کھانا سامنے رکھ کر قرآنی آیات تلاوت کرنا

عام طور پر مروج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر " چھار قل " یعنی سورة الکافرون ، اخلاص ، الفلق ، الناس ، فاتحه ، البقرة کی ابتدائی آیات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ یہ کھانا حرام ہو گیا ہے۔ سبحان اللّٰہ کیسی جاہلانہ منطق ہے۔ قرآن پاک پڑھنے سے کھانا متبرک ہوتا ہے یا حرام ؟

اللہ کا ذکر کرنے سے کھانا متبرک ہوتا ہے

حضرت ابو طلحہ کے گھر تھوڑا سا طعام تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ستر یا اسی صحابہ کرام آئے تو آپ نے فرمایا۔

" هلمي يا ام سليم ما عندك فاتت بذٰلك الخبز فامر به رسول الله ﷺ ففت وصعرت ام سليم عكة فادمته ثم قال رسول الله ﷺ فيه ما شاء الله "

(مسلم، بخاری مشکوۃ المعجزات)

اے ام سلیم جو تمہارے پاس طعام ہے وہ لے آؤ انہوں نے روٹی پیش کی۔ آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا، ام سلیم نے ایک برتن سے گھی نچوڑ کر روٹی پر لگایا۔ پھر اس پر نبی کریم ﷺ نے کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھا۔ پھر دس دس آدمیوں کو بلاتے رہے جو سیر ہو کر چلے جاتے۔ وہ معمولی طعام آپ کے پڑھنے کی برکت سے اسی آدمیوں نے سیر ہو کر کھا لیا۔ سبحان اللہ!

"ثم قال فيه رسول الله ﷺ ما شاء الله ان يقول"

اس کی تشریح علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

" فيه اى فى ذلك الخبز مع الادام او فيما ذكر من الخبز والادام "

اس میں پڑھا۔ سوال ہوتا ہے کہ مفرد کی ضمیر دو چیزوں کی طرف روٹی اور گھی کی طرف کیسے لوٹ رہی ہے۔ تو اس کی وجہ بیان کی یا یہ تاویل "فى ذلك الخبز مع الادام" اس روٹی میں مع گھی کے پڑھا۔ یا تاویل یہ کریں"

فیما ذکر "جس چیز کا پہلے ذکر آچکا یعنی روٹی اور گھی میں پڑھا۔

"ماشاء اللہ ان یقول "اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ پڑھا۔ " ای من الدعا أو الاسماء " یعنی دعا کی اور اسمائے الٰہیہ پڑھے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند کھجوریں پیش کیں اور عرض کیا۔

" یا رسول اللہ ﷺ ادع اللہ فیھن البرکۃ فضمھن ثم دعا لی فیھم بالبرکۃ"

یا رسول اللہ ﷺ آپ ان میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ آپ نے وہ ہاتھ میں لیں۔ پھر میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرما دی۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ لے لو اور ان کو اپنے کسی توشہ دان میں ڈال لو۔ جب بھی تم کھجوریں لینا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ لیکن ان کو نکال کر باہر نہیں پھینکنا۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں وہ کھجوریں ہمیشہ اپنی کمر پر باندھ کر رکھتا تھا، ان میں سے ایک وسق یعنی ساٹھ صاع (ایک صاع تقریباً چار کلو کے برابر ہوتا ہے) تو میں نے اللہ کی راہ میں دیں۔ ہم خود بھی کھاتے رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی کھلاتے رہے۔ لیکن (افسوس) کہ وہ توشہ دان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میری کمر سے ٹوٹ کر گر گیا۔ کھجوریں بکھر گئیں۔ (پھر وہ ختم ہو گئیں)۔

(باب المعجزات ، مشکوۃ)

وہ کھجوریں جب حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ ان کی تعداد کل اکیس تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ میں لے کر برکت کی دعا کی۔ وہ بابرکت ہو گئیں۔

غور کیجئے! کھانے کی چیز پر پڑھنے اور دعا کرنے سے وہ کھانا حرام کیسے ہو جاتا ہے۔ اہل علم کو تو اس کا پتہ نہیں۔ البتہ جہلاء اس کے حرام ہونے کی رٹ لگاتے رہیں، تو ہم ان کو ان کی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے معذور سمجھیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو میری والدہ ام سلیم نے کھجوروں، گھی اور کھوئے سے حلوہ تیار کیا، اسے ایک برتن میں ڈالا، پھر کہا اے انس یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، اور یہ عرض کرنا کہ یہ میری والدہ نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ اور یہ کہہ رہی تھیں یارسول اللہ آپ کے لئے ہماری طرف سے یہ تھوڑا سا ہدیہ ہے۔

فرماتے ہیں: میں لے کر گیا، والدہ کا پیغام پہنچایا آپ نے فرمایا رکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ فلاں کو میرے پاس بلاؤ اور فلاں کو اور فلاں کو جن شخصوں کے آپ نے نام ذکر فرمائے۔ (تین آدمیوں کے خصوصی نام ذکر فرمائے) پھر کہا جو بھی تمہیں ملے اسی کو میرے پاس آنے کی دعوت دے دو، میں نے ان آدمیوں کو دعوت دی جن کے آپ نے نام لئے تھے۔ اور جو بھی مجھے ملتا رہا میں اسے دعوت دیتا رہا۔ واپس آیا تو آپ کا گھر آپ کے صحابہ سے

بھرا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تمہاری تعداد کتنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین سو کے قریب تھی، حضرت انس کہتے ہیں ۔

" فرأيت النبی ﷺ وضع يده على تلك الحيسة وتكلم بما شاء الله"

میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اسی حلوے پر رکھا ہوا ہے اور آپ نے اس پر پڑھا جو اللہ نے چاہا، پھر آپ نے دس دس آدمیوں کو بلایا اور وہ کھانا کھانے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا :

" اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے !"

سب لوگ سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر اور دس کو بلایا۔ اسی طرح سب (یعنی تین سو کے قریب لوگوں) نے کھانا سیر ہو کر کھا لیا۔ اور مجھے آپ نے فرمایا اے انس اب اٹھا لو۔ میں نے اٹھایا تو مجھے معلوم نہیں ہو رہا تھا، کہ جب کھانا رکھا تھا۔ اس وقت زیادہ تھا یا جب واپس اٹھایا ؟

(مشکوۃ باب المعجزات)

یعنی آپ نے تعجب کیا کہ تین سو لوگ کھانا کھا گئے لیکن کھانا پہلے سے زیادہ تھا۔ اس حدیث پاک سے بھی یہی واضح ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر نبی کریم ﷺ نے اللہ کا ذکر کیا اور دعا کی، اس میں برکت ہوئی ۔

پتہ چلا کہ کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا، ذکر کرنا، دعا کرنا باعث برکت ہے نہ کہ باعث حرمت ۔

شاہ عبد العزیز دہلویؒ کا فتویٰ

" طعامیکه ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آن قل وفاتحه ودرود خواندن متبرك ثواب می شود وخوردن او بیسار خوب است "

(فتاوی عزیزیه ص ۷۵)

وہ طعام جو حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کے ثواب کے لئے پکایا جائے اور اس پر قل (سورة الکافرون ، فلق ، الناس) پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت ہی خوب ہے ۔

" اگر مالیده وشیر برائے فاتحه بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پخته بخوراند جائز است مضائقه نیست "

(فتاوی عزیزیه ص ۴۱)

کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ان کے روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے دودھ اور مالیدہ پکایا جائے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

حاجی امداد اللہؒ کا فتویٰ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے مرشد ہیں) فرماتے ہیں ۔

دوسرا مسئلہ فاتحہ مروجہ کا

اس میں وہی گفتگو ہے جو "مسئلہ مولود" (محفل میلاد) میں مذکور

ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں ، اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے (یعنی کھانا سامنے رکھنے سے ثواب ہو گا ورنہ نہیں ہو گا) یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مقصد باعث تقید ہیئت کذائیہ (عام رواج کے مطابق اہتمام کرنا) ہے تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا بمصلحت نماز میں سورہ اخلاص کو معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا کہ سلف میں تو عادت تھی۔ کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کرلی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و لسان (دل اور زبان) کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے "یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے" تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ اس کے لفظ کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضارِ قلب (دل کا حاضر ہونا) ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے۔اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا۔ کہ

" جمع بین العباد میں ہے

ع " چه خوش بود که بر آید بیك کرشمه دو کار "

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا ، کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا۔اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس نے پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔

(یعنی ایک خاص طریقہ ختم اور دعا کا مروجہ ہو گیا۔ لیکن ہر کام میں ثواب ہے نہ کہ گناہ۔ بلکہ مستحب، کیونکہ حاجی صاحب جا بجا لفظ مستحسن استعمال فرما رہے ہیں۔ جس کام کو علماء و صلحاء اچھا سمجھیں، وہ مستحب ہوتا ہے

تعیین تاریخ کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور ہو رہتا ہے، اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں۔

(فیصلہ هفت مسئلہ، کلیات امدادیہ صفحہ ۸۱)

حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مسئلہ کا مکمل حل پیش کر دیا کہ معین تاریخ کو ایصال ثواب کا اہتمام کرنا، قرآن پاک پڑھ کر، سامنے کھانا اور پانی رکھ کر اور چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر دعا کرنا مستحب ہے۔ ہاں البتہ ان چیزوں کو فرض اور واجب نہ سمجھے، اور یہ بھی نہ سمجھے کہ اس صورت کے بغیر ثواب نہیں پہنچے گا۔ بفضلہ تعالیٰ علمائے اہلسنت اور عوام اہلسنت کا یہی عقیدہ و طریقہ ہے

جمعرات کا ختم:

اگر چہ ایصالِ ثواب کا کوئی دن مقرر نہیں، لیکن بعض دنوں کی بعض وجوہ سے افضلیت ثابت ہے اس لئے سلف صالحین نے ایصال ثواب کی محافل میں جن چیزوں کا لحاظ کیا ہے، وہ بلا دلیل نہیں بلکہ احادیث مبارکہ سے ہی وجوہ

تلاش کی ہیں ۔

" عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يفتح ابواب الجنة يوم الاثنين و يوم الخميس فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئا الا رجل كانت بينه وبين اخيه شحناء وفيقال انظروا هٰذين حتى يصطلحا "

(رواه مسلم باب الحب فی الله ومن الله)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیر کے دن اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے ہر شخص کی بخشش کی جاتی ہے سوائے اس شخص کے جس کے درمیان اور اس کے (دوسرے مسلمان) بھائی کے درمیان عداوت پائی جاتی ہو، پس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو کہا جاتا ہے) ان کو مہلت دے دو یہاں تک کہ یہ صلح کرلیں ۔

" وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يعرض اعمال الناس فی كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مومن الا عبد بينه وبين اخيه شحناء فيقال اتركوا هذين حتى يفيئا "

(رواه مسلم ومشكوة باب الحب فی الله ومن الله)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دودن پیش کیے جاتے ہیں ۔ ہر مومن بندے کے مغفرت کی جاتی ہے۔ سوائے اس کے ایک شخص اور اس کے دوسرے مومن بھائی کے درمیان عداوت پائی جاتی ہو، پس کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ (عداوت سے) رجوع کرلیں ۔

" قال القاضی قال الباجی معنی فتحها كثرة الصفح والغفران ورفع المنازل واعطاء الثواب الجزيل قال القاضی ويحتمل ان يكون

علی ظاهرہ وان فتح ابوابھا علامۃ لذلك "

(نووی شرح مسلم ج۲، ص ۳۲۵)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے کا یہ مطلب ہے کہ ان دو دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر معافی عطا کی جاتی ہے۔ اور کثیر بخشش کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مراتب بلند فرماتا ہے۔ اور کثیر ثواب عطا فرماتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو ظاہر پر رکھنا بھی درست ہے۔ کہ جنت کے دروازے فی الواقع کھول دیئے جاتے ہیں، البتہ ان کو کھولنے کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ پتہ چل جائے کہ آج اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہے۔ اپنے بندوں کو عفو اور مغفرت کثیر طور پر عطا فرما رہا ہے۔ ان کے مراتب بلند کر رہا ہے۔ انہیں عظیم ثواب سے نواز رہا ہے ۔

" وفی روایة الحکیم عن والد عبد العزیز ولفظه " تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الآباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولا توذوا موتاکم "

(مرقاۃ ج..... ص ۲۶۵)

ایک روایت میں یہ ہے کہ بندوں کے اعمال پیر کے دن اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے، اور انبیاء کرام اور لوگوں کے آباؤ امہات، باپ، دادا، نانی، دادی وغیرہ اوپر تک آباؤ اجداد پر جمعہ کے دن پیش کئے جاتے ہیں ۔ یہ بزرگ ان کے اچھے اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے خوشی کی وجہ سے زیادہ سفید اور روشن ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ

سے ڈرو اور فوت شدہ اپنے آباؤ اجداد کو ایذاء نہ پہنچاؤ ۔

ان احادیث سے واضح ہوا۔ کہ جمعرات کا دن اور پیر کا دن مبارک ہے، اس میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے۔ اپنی رحمت کی وجہ سے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، اسی وجہ سے بزرگان دین نے جمعرات کو ایصال ثواب کا اہتمام کرنا خاص کیا ہے کہ قرآن پاک پڑھنے والوں کا عمل بھی مقام مقبولیت میں پہنچ جائے اور جس میت کے لئے دعا کی جا رہی ہے۔ اس کے لئے دعا کی قبولیت کو بھی شرف حاصل ہو جائے ۔

خاص کر کے جمعرات کو غروب آفتاب سے پہلے قرآن پاک پڑھنے کا اہتمام ہو اور غروبِ آفتاب کے بعد دعا کی جائے تو جمعہ کی فضیلت بھی ساتھ ہی حاصل ہو جائے گی ۔ اس طرح یہ دعا کا عمل انبیائے کرام کے حضور بھی پہنچے گا اور ان لوگوں کے آباؤ اجداد کے پاس بھی۔ اب لوگوں کی مرضی کی بات ہے کہ وہ دعائے مغفرت کا اہتمام کر کے اپنے آباؤ اجداد کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا کہ ایصال ثواب کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہہ کر انہیں مایوس کرنا چاہتے ہیں ۔

" عن کعب ابن مالك ان النبی ﷺ خرج یوم الخمیس فی غزوة تبوك و کان تحب ان یخرج یوم الخمیس "

(رواه البخاری ، مشکوة باب آداب السفر)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیشک نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک میں جمعرات کے دن (گھر سے) نکلے، آپ جمعرات کو ہی نکلنا پسند فرماتے تھے ۔

نبی کریم ﷺ غزوات وغیرہ کے لئے جمعرات کو جانا کیوں پسند فرماتے تھے۔اس کی چند وجوہ ہیں ۔

" احدھا انہ یوم مبارک یرفع فیہ اعمال العباد الی اللہ وقد کانت سفراتہ للہ وفی اللہ والی اللہ فاحب ان یرفع لہ فیہ عمل صالح "

(مرقاۃ ج۷، ص۳۲۶)

ایک وجہ یہ ہے کہ یہ برکت والا دن ہے، اس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ نبی کریم ﷺ کے سفر بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی وجہ سے ہوتے تھے، اس لئے آپ پسند فرماتے تھے، کہ یہ میرا سفر جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے، آج ہی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جائے ۔

" عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يصوم الاثنين والخميس "

(رواہ الترمذی والنسائی ، مشکوۃ باب صیام التطوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے ۔

" وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس فاحب ان يعرض عمل وانا صائم "

(رواہ الترمذی ، مشکوۃ باب صیام التطوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو (اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے) اعمال پیش ہوتے ہیں۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ جمعرات برکت والا دن ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس دن نیک اعمال کرنے کو پسند فرمایا ہے، اس لئے ایصال ثواب کی محافل اس دن قائم کرنا یقیناً فضیلت کا سبب ہیں۔

" عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ما من مسلم یموت یوم الجمعة ولیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر "

(رواه احمد والترمذی، مشکوة باب الجمعه)

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبر کے فتنہ سے بچالیتا ہے۔ فتنہ قبر سے مراد عذاب قبر اور قبر میں ہونے والے سوالات ہیں۔ یعنی وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر عظیم فضل ہوتا ہے۔

" وهذا یدل علی ان شرف الزمان له تاثیر عظیم کما ان فضل المکان له اثر جسیم "

(مرقاة ج۳، ص ۲۴۲)

یہ حدیث پاک اس پر دلالت کر رہی ہے کہ زمانہ کی شرافت کی دعا کی قبولیت میں عظیم اثر حاصل ہے، جیسا کہ مکان کی فضیلت کو بہت زیادہ اثر حاصل ہے۔

تنبیہ :-

" قال القرطبی هذه الاحادیث ای التی تدل علی نفی سوال القبر لاتعارض احادیث السؤال السابقة ای لا تعارضها بل تخصها وتبین من لا یسئل فی قبره ولا یفتنه فیه ما یجری علیه السؤال.

(مرقاة ج۳، ص ۲۴۲)

علامہ قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو احادیث سوال قبر کی نفی پر دلالت کر رہی ہیں ان میں اور وہ احادیث جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ جن میں قبر کے سوال کا ذکر ہے ان میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ پہلی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ قبر میں سوال ہوں گے۔ ان میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جمعہ کو فوت ہونے والے قبر کے سوال سے محفوظ ہوں گے اور اگر کسی سے سوال ہوا بھی تو وہ سختی اور عذاب سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ:-

ابھی تک جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان سے واضح ہوا، کہ جمعرات ، جمعہ اور پیر کو دوسرے دنوں میں سے خصوصی فضیلت حاصل ہے، ان میں کئے ہوئے عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے اہل علم بزرگان دین نے ان دنوں میں ایصال ثواب کی محافل کو منعقد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

سوئم (تیجہ)

تیسرے دن عام طور ایصال ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جسے سوئم یا تیجہ یا قل کا ختم کہہ لیا جاتا ہے۔ قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ کلمہ شریف، درود شریف اور سورۃ اخلاص پڑھے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور مستحسن ہیں۔ ایصال ثواب کے طریقوں میں سے یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

مگر کچھ لوگ اپنی سرشت کے مطابق اسے بھی ناجائز کہتے ہیں۔ ان

سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ کا کلام پڑھنا ناجائز ہے؟ کیا اللہ کا نام لینا منع ہے؟ کیا اللہ کے حبیب پر درود پاک پڑھنا حرام ہے؟ جب سب میں ثواب ہے کوئی چیز ناجائز نہیں تو ناجائز کہنا کہاں کا انصاف ہے ؟ کیا ایسا کہنے والے عالم ہیں، یا جاہل۔ خدارا انصاف کیجئے ! حق و باطل میں فرق کو سمجھیں ۔

" التعزية لصاحب الميت حسن كذا فى الظهيرية "

مصیبت زدہ انسان کے پاس تعزیت کے لئے جانا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ تعزیت کا معنیٰ صبر دلانا ہے۔ پیٹنا نہیں، آج کل پیٹنے والے جلوسوں کا نام تعزیہ کے جلوس رکھ لیا گیا ہے، جنوں کا نام خرد اور خرد کا نام جنوں رکھ لیا۔ حقیقت میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی سزا رب تعالیٰ نے یہ دے رکھی ہے کہ اپنے آپ کو پیٹتے رہو۔ احمق سزا کو ثواب سمجھ بیٹھے ۔

" ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها الا يكون المعزى او المعزى اليه غائبا فلا بأس بها وهى بعد الدفن اولى منها قبله وهذا اذا لم ير منهم جزع شديد فان رؤى ذلك قدمت التعزية "

تعزیت کا وقت وفات سے لے کر تین دنوں تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، ہاں البتہ تعزیت کرنے والا یا جس کے پاس تعزیت کرنی ہے وہ موجود نہ ہو تو جب بھی ملاقات ہو تعزیت کر لی جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ دفن کے بعد تعزیت زیادہ بہتر ہے، ہاں اگر لوگ زیادہ جزع فزع کر رہے ہو، تو دفن سے پہلے بھی تعزیت کی جاسکتی ہے ۔

" ويستحب ان يعم بالتعزية جميع اقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنساء الا ان يكون امراة شابة فلا يعزيها الا محارمها "

مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کے پاس تعزیت کرے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورتیں البتہ جوان عورت کے پاس صرف اس کے محرم مرد ہی تعزیت کریں۔

" ویستحب ان یقال مصاحب التعزیة غفر اللّٰہ تعالیٰ لمیتك وتجاوز عنه وتغمده برحمة ورزقك الصبر علی مصیبة وآجرك علی موته "

جو شخص تعزیت کے لئے جائے اس کے لئے مستحب یہ ہے۔ کہ وہ یہ کہے! اللہ تمہارے میت کی مغفرت کرے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور جو تمہیں مصیبت پہنچی ہے۔ اس پر تمہیں صبر عطا فرمائے، اور اس کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے تمہیں اجر عطا فرمائے۔

" ولا باس لاهل المصیبة ان یجلسوا فی البیت اوفی المسجد ثلاثة ایام والناس یأتونهم یعزیهم "

مصیبت زدہ لوگوں کے لئے کوئی حرج نہیں، کہ وہ گھر میں تین دنوں تک بیٹھیں یا مسجد میں بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آکر تعزیت کریں۔

" واما النوح العالی فلا یجوز والبکاء مع رقة القلب لا باس به "

بلند آواز سے رونا چلانا، واویلا کرنا جائز نہیں، البتہ رقت قلب (دل کی نرمی) کی وجہ سے آہستہ آواز میں رونا، آنسو بہانا جائز ہے۔

" واما تسوید الخدود والایدی وشق الجیوب وخدش الوجوه ونشر الشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الفخذ والصدر وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاهلیة "

رخساروں کو سیاہ کرنا، ہاتھوں کا سیاہ کرنا، گریبان پھاڑنا اور چہرہ نوچنا بال بکھیرنا ۔ سر پر مٹی ڈالنا، ران اور سینہ پر ہاتھ مارنا، قبروں پر آگ جلانا یہ سب جاہلانہ رسمیں ہیں ۔

(از فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷)

خیال رہے کہ بعض دیہاتوں میں موذی جانور (بجو) کے قبر کو کھودنے کے خوف کی وجہ سے قبروں پر دھواں دُکھایا (سلگھایا) جاتا ہے، وہ بوجہ عذر کے ہے۔ وہ جائز ہے ۔

" عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية "

(بخاری ، مسلم ، مشکوۃ باب البکاء علی المیت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم سے نہیں جس نے رخساروں پر مارا اور گریبان پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی طرح واویلا کیا ۔

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا :

☆ تین دن تک میت والے مسجد میں یا گھر جمع ہوں۔ لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے جائیں، ان کے لئے صبر کی دعا کریں۔ اور میت کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ واویلا نہ کریں، زور زور سے نہ چلائیں، چیخیں نہیں، ورنہ نبی کریم ﷺ کی امت اور آپ کے دین سے نکل جائیں گے ۔

سلف صالحین ، بزرگان دین ، علماء دین متین نے جب یہ دیکھا کہ

تعزیت کے لئے لوگ تیسرے دن کو تعزیت کا آخری دن سمجھ کر جمع ہوتے ہیں، لیکن وہ میت کے اقرباء کو تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کے بجائے خود بھی رونے چلانے میں شریک ہو جاتے ہیں - یہ طریقہ درست نہیں، تو اس کی جگہ یہ بہتر ہے کہ لوگ قرآن پاک پڑھیں ، اللہ کا ذکر کریں، کلمہ شریف پڑھیں ؛ تاکہ پڑھنے والوں کو ثواب ہو اور میت کو بھی فائدہ ہو۔ لوگ رونے ، پیٹنے سے بچ جائیں۔ لوگوں کی غیبت کرنے ، جھوٹ بولنے سے بچ جائیں۔ لہذا " سوم " یعنی تیسرے دن نیک محافل کا انعقاد کیا گیا جو یقیناً باعث ثواب۔ باعث نزول رحمت اور سکون قلب کا ذریعہ ہے۔

فائدہ :

اس بحث سے چہارم یعنی چوتھے دن کے ختم کا بھی پتہ چل گیا۔ کیونکہ میت والوں کے سوگ کے دن ختم ہو چکے ہوتے ہیں وہ قرآن خوانی کی محافل قائم کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔

کوئی مجھے سمجھائے تو سہی ! کہ صدقہ و خیرات کرنا حرام ہے یا قرآن پاک پڑھنا حرام ہے۔ کیا کلمہ شریف پڑھنا حرام ہے ؟ یا اللہ کا نام لینا حرام ہے۔ کیا درود پاک پڑھنا حرام یا حضور ﷺ کی نعت خوانی حرام ہے ان کاموں سے جب کوئی " مکروہ تنزیہی " بھی نہیں۔ تو " حرام " کہنا کہاں درست ہو گا ۔ جب سب کام باعث ثواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا سبب ہیں۔ تو یقیناً جائز ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ کا سوئم

"روز سوئم کثرت ہجوم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ وزیادہ ہم شدہ باشد وکلمہ راحصر نیست"

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۸۰)

تیسرے دن لوگوں کا اتنا ہجوم تھا جو شمار سے باہر تھا اکاسی قرآن پاک ختم ہونے کا حساب لگایا گیا تھا، ہو سکتا ہے اس سے بھی زیادہ پڑھے گئے ہوں۔ کلمہ شریف کا تو حساب ہی نہیں کہ کتنا پڑھا گیا تھا۔

چہلم (چالیسواں)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: وواعدنا موسیٰ اربعین لیلة " ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دنوں کے بعد تورات عطا کی گئی۔ کہ آپ چالیس دن دنیا والوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں۔ تاکہ اس کے ذکر سے آپ کے قلب و روح کو ایک خاص قسم کی قوت حاصل ہو جائے جو اس عظیم بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہو جائے۔

" ان للاربعین خصوصیة اختصاص الکلام للانبیاء کما ان لها اختصاصا فی ظهور ینابیع الحکمة من قلوب الاولیاء کقوله علیه السلام من اخلص لله اربعین صباحا ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه "

(روح البیان)

بے شک چالیس کو ایک خصوصیت حاصل ہے، اسی وجہ سے انبیاء کرام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کے اعلان کا حکم دیا جاتا رہا، ان سے رب تعالیٰ کا کلام بذریعہ وحی اسی عمر میں ہوا۔

پھر اولیائے عظام کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ چلہ کشی کرتے ہیں۔ یعنی چالیس روز تک دنیا سے علیحدہ ہو کر فقط رب تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے دلوں پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ " جو شخص چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے نمودار ہو جاتے ہیں"

اس سے واضح ہوا کہ عام معمول کے مطابق میت کے لئے چالیس دن تک قرآن خوانی، درود پاک اور کلمہ شریف پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے جو یقیناً دعا کی مقبولیت کا سبب بنتا ہے۔ پڑھنے والوں کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور میت کے اعمال میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ ایک طویل حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ابتدائی طور پر خواب کی صورت میں وحی فرمائی جاتی، اس کے بعد یہ ذکر ہے۔

" ثم حبب الیه الخلاء وکان یخلو بغار حرا فیتحنث فیه وھو التعبد اللیالی ذوات العدد "

(مشکوۃ باب المبعث و بدء الوحی)

پھر جب آپ کو علیحدہ رہنا پسند ہوا، آپ غار حرا میں جا کر الگ تھلگ ہو کر کئی راتیں عبادت کرتے۔

اس کے ماتحت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"وھی شھر فی کل سنة و ذالك الشھر کان رمضان"

یعنی ہر سال میں ایک مہینہ رمضان کا آپ غار حرا میں علیحدہ ہو کر عبادت کرتے تھے۔

" اقول و یمکن ان تکون المدة اربعین قیاسا علی میقات موسیٰ علیہ السلام "

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا مختار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے چالیس دن علیحدہ ہو کر عبادت کی ہو۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن لوگوں سے علیحدہ ہو کر عبادت کی تھی تو آپ کو تورات عطا فرمائی گئی تھی۔

" ولما فیھا من الخواص والاسرار التی تظھر آثارھا وانوارھا علی الصوفیة الابرار مع ما فیھا من مطابقة الاربعینات فی الاطوار وقد قال ﷺ من اخلص لله اربعین صباحا ظھرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه ھذا "

"چالیس" میں جو خصوصیات اور اسرار پائے جاتے ہیں ان کے آثار اور انوار اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر یعنی صوفیائے کرام پر ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ بعض اوقات چلہ کاٹتے ہیں یعنی چالیس دن عام لوگوں سے دور رہ کر الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے نمودار ہو جاتے ہیں۔

(مرقاۃ ج ۱۰۷)

" ومن حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثه الله فقیها "

(مرقاۃ ج ۷ ص ۱۹۳)

جو شخص میری امت پر چالیس حدیثیں یاد کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ کے درجہ میں اٹھائے گا۔

اسی وجہ سے کئی بزرگ علمائے کرام نے چالیس چالیس حدیثوں پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں جن کے نام ہی اربعین رکھے گئے ہیں۔ جن میں اربعین نووی سب سے زیادہ مشہور ہے۔

" ان تعداد الاربعین تاثیرا بلیغا فی صرفها الی الطاعة او المعصیة "

(مرقاۃ ج ۷ ص ۱۹۳)

بے شک چالیس کو بہت زیادہ تاثیر حاصل ہے نیکیوں میں بھی اور گناہوں میں بھی۔

یعنی چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور شراب پینے سے چالیس دنوں کی نمازیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

" من شرب الخمر لم یقبل الله له صلوة اربعین صباحا"

جو شخص شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول

نہیں فرماتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ چالیس دنوں کو خصوصی تاثیر حاصل ہے۔ لہذا چالیس دن میت کے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے رہنا اور چالیسویں دن اجتماعی دعا کرنے میں خصوصی قبولیت کے واضح آثار نظر آتے ہیں۔

ایصال ثواب کی محافل میں نیک لوگوں کی شرکت

عام طور پر سوئم اور چہلم کی ایصال ثواب کی محافل میں دینی مدارس کے طلباء و مشائخ کو بلایا جاتا ہے؛ کیونکہ نیک لوگوں کی شرکت سے دعائیں قبولیت ہوتی ہے۔ اور دینی مدارس کے طلباء صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی،

" واذا سمع صیاح الدیکة فلیسال اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکا "

جب کوئی شخص مرغ کی آواز (آذان) سنے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔

" قال القاضی عیاض سببه رجاء تامین الملائکة علی الدعا واستغفارھم و شھادتھم بالتضرع والاقبال علی اللہ والاخلاص "

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرغ کی اذان پر دعا کرنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ فرشتے کو دیکھ کر اذان کہتا ہے۔ تو جب اس کی آواز سن کر دعا کی جائے گی تو فرشتے اس دعا پر آمین کہیں گے اور دعا کرنے والوں کے

نہیں فرماتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ چالیس دنوں کو خصوصی تاثیر حاصل ہے۔ لہذا چالیس دن میت کے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے رہنا اور چالیسویں دن اجتماعی دعا کرنے میں خصوصی قبولیت کے واضح آثار نظر آتے ہیں۔

ایصال ثواب کی محافل میں نیک لوگوں کی شرکت

عام طور پر سوئم اور چہلم کی ایصال ثواب کی محافل میں دینی مدارس کے طلباء و مشائخ کو بلایا جاتا ہے؛ کیونکہ نیک لوگوں کی شرکت سے دعا میں قبولیت ہوتی ہے۔ اور دینی مدارس کے طلباء صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی،

" واذا سمع صیاح الدیکۃ فلیسأل اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکا "

جب کوئی شخص مرغ کی آواز (آذان) سنے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔

" قال القاضی عیاض سببہ رجاء تامین الملائکۃ علی الدعا واستغفارھم و شھادتھم بالتضرع والاقبال علی اللہ والاخلاص "

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرغ کی اذان پر دعا کرنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ فرشتے کو دیکھ کر اذان کہتا ہے۔ تو جب اس کی آواز سن کر دعا کی جائے گی تو فرشتے اس دعا پر آمین کہیں گے اور دعا کرنے والوں کے

لئے مغفرت طلب کریں گے اور ان کی عاجزی اور ان کے خلوص اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے متوجہ ہونے کی گواہی دیں گے۔

" وفیه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين و التبرك بهم "

نیک لوگوں کی موجودگی میں دعا کرنا مستحب ہے اور نیک لوگوں کے آنے اور ان کے موجود ہونے سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔

یعنی نیک لوگوں کی موجودگی کو غنیمت سمجھا جائے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ سمجھا جائے ۔

(مرقاۃ ج۸، ص۲۳۳)

دینی طلبائے کرام کا استحقاق

مدارس عربیہ دینیہ کے طلبائے کرام " ابن السبیل " کے زمرہ میں تمام کے تمام ہی آتے ہیں۔ اس لئے ان کا استحقاق واضح ہے۔ یقیناً انہیں کھانا کھلانا اور مالی معاونت کرنا، اجر عظیم کا سبب ہے۔ اور میت کو بھی عظیم ثواب پہنچتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

" للفقراء الذين احصروا فى سبيل الله لا يستطيعون ضربا فى الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف ، تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الحافا، وما تنفقوا من خير فان الله به عليم "

(صدقات) ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے۔ زمین میں چل نہیں سکتے۔ ناداں انہیں غنی سمجھے (سوال سے) بچنے کے سبب تو انہیں

ان کی ضرورت سے پہچان لے گا۔ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر (چمٹ کر) سوال نہیں کرتے، اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اصحابِ صفہ کے حق میں نازل ہوئی، جن کی تعداد چار سو تھی۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، یہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے میں اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو حاصل کرنے میں تمام وقت صرف کر دیتے تھے۔ اس لئے وہ کسبِ معاش کے لئے وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔ کسی سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اسی لئے لوگ ان کو غنی سمجھتے تھے۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی صورتوں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ کہ وہ غریب، نادار ہیں۔ صدقہ وخیرات کے مستحق ہیں۔ اگر تم ان پر مال خرچ کرو گے تو رب تعالیٰ تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے گا۔

بفضلہ تعالیٰ دینی مدارس کے طلباء آج بھی وہی صفات رکھتے ہیں جو میرے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے مدرسہ کے طلباء یعنی اصحابِ صفہ رکھتے تھے۔ طلبائے کرام مسافر غریب الوطن ہونے کے باوجود خود دار نظر آئیں گے۔ یہی حال اکثر علمائے کرام کا ہے۔ الا ما شاء اللہ سب سے کم تنخواہ لینے والا طبقہ آپ کو علمائے کرام کا ہی نظر آئے گا۔ لیکن شیروانی اور قراقلی ٹوپی زیب تن کر کے جب وہ نکلتے ہیں۔ تو لوگ ان کو بڑا امیر سمجھتے ہیں، اندر کا حال وہی جانتے ہیں کہ کس طرح صابر وشاکر رہ کر وہ اپنا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اکثر " لا یسئلون الناس الحافا " (وہ چمٹ کر سوال نہیں کرتے) کی عملی تصویر نظر آئیں گے۔

علمِ دین کے طلبائے کرام کی شان !

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے !

" ان الملائکة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم یستغفرله من فی السماوات والارض والحیتان فی جوف الماء "

(مشکوۃ کتاب العلم)

بے شک فرشتے طالب عالم کی رضا کی خاطر اپنے پر (اس کے قدموں کے نیچے) بچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے زمین و آسمان کی تمام مخلوق مغفرت کی دعا کرتی ہے اور مچھلیاں بھی پانی کے اندر عالمِ دین کے لئے دعا کرتی ہیں۔

" عن الحسن مرسلا قال قال رسول الله ﷺ من جاءه الموت وهو یطلب العلم لیحی به الاسلام فبینه وبین النبیین درجة واحدة فی الجنة "

(رواہ الدارمی، مشکوۃ کتاب العلم)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مرسل حدیث (درمیان میں راوی صحابی کا ذکر نہیں) بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص احیاء (دین اسلام کو زندہ رکھنے) کے لئے علم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو جائے اسے جنت میں انبیائے کرام کا قرب حاصل ہوگا۔

" عن انس قال قال رسول الله ﷺ من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع "

(رواہ الترمذی والدارمی، مشکوۃ کتاب العلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب کے لئے نکلتا ہے وہ واپس لوٹنے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا ہے ۔ یعنی جس طرح مجاہد اپنے گھر لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔اسی طرح دین حاصل کرنے والا طالب علم بھی احیائے دین کے لئے اور شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے مجاہد کا درجہ ہی رکھتا ہے۔اور مجاہد کی طرح ہی مشقت برداشت کرتا ہے۔اس لئے اس کا سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی شمار ہوتا ہے ۔

میرے خیال میں تو طلبائے کرام کا گھر میں آجانا ہی برکت کا سبب ہے۔ان کا دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ بنتا ہے۔ایسی پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ زبانوں سے جب قرآن پاک کی کچھ آیات مبارکہ بھی پڑھی جائیں۔تو میت کے لئے عظیم راحت کا سبب بنے گا ۔

طلبائے کرام کے قیمتی وقت کا خیال کرتے ہوئے انہیں زیادہ دیر تک نہ بٹھایا جائے۔وہ جتنا خوشی سے پڑھیں، اسے غنیمت سمجھا جائے۔اور انہیں جلدی سے فارغ کر دیا جائے، میں تو صرف طلبائے کرام کے گھر آنے کو ہی باعث برکت سمجھتا ہوں ۔

وجہءِ اختلاف

کئی لوگ قرآن خوانی، طلباء کو کھانا کھلانا، سوم، چہارم، چہلم کو جائز مانتے ہیں اور کئی لوگ ناجائز کہتے ہیں اس میں وجہ اختلاف کیا ہے ؟

دراصل بات یہ ہے کہ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں رب تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے دعا کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ دعا نہ کرنے کو ناپسند کرتا ہے، اس لئے اس سے زیادہ مانگو۔ ہاتھ اٹھا کر اس طرح مانگو کہ پتہ چلے مانگنے والا اپنے عجز کا اظہار کر رہا ہے۔ اور رب تعالیٰ سے ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہوئے یہ اقرار کر رہا ہے کہ اے اللہ ہر چیز کا تو ہی مالک ہے۔ میں تو سائل ہوں، تیری رحمت کا امیدوار ہوں تجھی سے مانگتا ہوں۔

جواز کا قول کرنے والے حضرات اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے یہ دلائل پیش کرتے ہیں ۔

" عن سلیمان قال قال رسول اللہ ﷺ ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا "

(ترمذی ، ابو داؤد ، بیھقی ، مشکوۃ کتاب الدعوات)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک تمہارا رب حیا والا ہے۔ (وہ حیاء جو اس کی شان کے لائق ہے) کریم ہے اللہ کا بندہ جب اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیاء فرماتا ہے، کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹادے ۔

" حکمۃ الرفع الی السماء انھا قبلتہ ومھبط الرزق والوحی الرحمۃ والبرکۃ "

(مرقاۃ)

ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ آسمان دعاء کا قبلہ ہے۔ جس طرح نماز کا قبلہ کعبہ شریف ہے، نماز میں اس کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح دعا کرتے وقت دعاء کے قبلہ یعنی آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے،

آسمان رزق، وحی، رحمت اور برکت کے نزول کا مقام ہیں۔ اس لئے دعا ہاتھ اٹھا کر کی جائے ۔

" عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سلوا الله من فضله فان الله یحب ان یسئل و افضل العبادة انتظار الفرج "

(ترمذی ، مشکوۃ کتاب الدعوات)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس سے سوال کیا جائے افضل عبادت کشادگی کا انتظار ہے۔ (یعنی دعا سے کشادگی حاصل ہوتی ہے)۔

" (فإن اللّٰه) ای لاتصافه بانه کریم منعم وهاب معط غنی مغن باسط "

(مرقاۃ)

اللہ تعالیٰ کو کیوں پسند ہے کہ اس سے سوال کیا جائے، اس لئے کہ وہ کریم ہے ، انعام عطا فرمانے والا ہے۔ بخشش کرنے والا ہے ، عطا کرنے والا ہے۔ غنی ہے غنی کرنے والا ہے۔ کشادہ رزق کا مالک ہے ۔

" عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من فتح له منکم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة "

(ترمذی ، مشکوۃ کتاب الدعوات)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا ہے، اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھولا گیا ہے ۔

(باب الدعاء) ای بان وفق لان یدعو الله کثیرا مع وجود

شرائطه وحصول آدابه .

(مرقاۃ)

جس کے لئے دعا کے دروازے کھولے جائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ دعا کی شرائط اور آداب کو مد نظر رکھ کر دعا کرے۔

دعا کے آداب یہ ہیں کہ خشوع و خضوع سے دعا کی جائے۔ اور دعا کی شرائط یہ ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر کی جائے۔

" عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا صليتم فاخلصوا له الدعاء "

(مشکوۃ کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھ لو تو بعد میں جلدی ہی اس کے لئے دعا کرو۔

قال ابن حجر و صححه ابن حبان اس حدیث کے متعلق ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا۔

" عن ابی هریرة قا ل قال رسول الله ﷺ من لم يسئال الله يغضب عليه "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

" لان ترك السوال تكبر واستغفار وهذا لا يجوز لعبد والمراد بالغضب ارادة ايصال العقوبة "

(مرقاۃ)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرنا علامت تکبر ہے اور رب تعالیٰ سے مستغنی ہونا ہے۔

یہ بندے کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھے، بلکہ یہ بدبختی کی علامت ہے،

یہ تو عقیدہ ان لوگوں کا ہے جو ایصال ثواب کو جائز سمجھتے ہیں، اور جو لوگ ناجائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں ایک مرتبہ دعا ہو گئی۔ اب بار بار دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے نزدیک رب تعالیٰ سے زیادہ مانگنا اچھا نہیں

بس یہ ہے اختلاف اپنے آپ کو رب تعالیٰ کے حضور عاجز سمجھنے والے دعا کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے والے دعا نہیں کرتے۔

معاملہ قسمت کا!

جن لوگوں کی قسمت میں دعا قرآن خوانی اور صدقہ وخیرات کا ثواب لکھا ہوتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ توفیق عطا فرماتا ہے، کہ وہ اپنے آباؤاجداد اور اقرباء کے لئے ایصال ثواب کی محافل کا انعقاد کرتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہوتے ہیں۔ ان کے پسماندگان ان کے لئے قرآن خوانی، ذکر وغیرہ کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اور صدقہ خیرات کر کے ان کو ثواب پہنچاتے ہیں۔

اور جن لوگوں کو رب تعالیٰ ثواب سے مرحوم کرنا چاہتا ہے، اور اپنی

رحمت سے دور رکھنا ہو، ان کے دلوں میں یہ بات پختہ طور پر ڈال دی جاتی ہے
کہ یہ سب کام ناجائز ہیں۔ بس جو کسی کی قسمت میں ہو، وہی ملتا ہے ۔

خدارا ! جھگڑا نہ کیجئے !

میں اپنے اہل سنت و جماعت کے علمائے کرام اور عوام الناس کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں، کہ اگر کوئی نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے، قرآن خوانی کی محافل سوم، چہارم اور چہلم میں قائم نہ کرے تو آپ اس سے نہ پوچھیں، تو نے ایسا کیوں نہیں کیا، کسی کو بخشوانے کی تمہیں کیا فکر؟ ان حضرات کو ان کے عقیدہ پر قائم رہنے دیا جائے۔

یہی امید میں ان حضرات سے بھی کرتا ہوں، کہ اگر ہم مستحبات یا مباحات پر عمل کریں۔ تو وہ ہمیں حرام کا مرتکب، بدعتی یا مشرک کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کریں گے ۔

حقیقت یہ ہے کہ مستحبات اور مباحات کو باعث نزاع بنا کر لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی مذموم سازش ہے۔ عاقبت نا اندیش لوگ، علم میں ادھورے، ضدی، حاسد علماء نے عجیب عجیب جھگڑے پیدا کر کے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ماڈرن تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کر دیا ہے ۔

محترم علمائے کرام !آپ کا کام لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے، بھگانا نہیں۔ آپ کا کام حسن اخلاق کا سبق دینا ہے۔ جھگڑا و فساد نہیں۔ آپ کا

کام بھائی چارہ کی فضاء قائم کرنا ہے، قتل وغارت نہیں، خدارا اپنے منصب کو سمجھئے، غیر مسلموں کو دینِ اسلام پر طعنہ زنی کا موقع نہ دیجئے۔

افسوس کہ غیر مسلم تو سمجھ گئے کہ اسلام بہت اچھا دین ہے، لیکن مسلمان بہت برے ہیں۔ تمہیں کیوں نہیں سمجھ آتی کہ تم ان کے اس قول کو عمل سے باطل کر دو اور ثابت کر دو، کہ اسلام بھی اچھا دین ہے، اور اس پر چلنے والے مسلمان بھی بہت اچھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

﴿ عبد الرزاق چشتی ﴾

﴿بھتر الوی حطاروی﴾

بروز جمعة المبارک ۱۴ نومبر ۱۹۹۷ء